ماہنامہ
صراطِ مستقیم
برمنگھم
January 2021
COVID-19
LOCKDOWN
LOCKDOWN
COVID-19

وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 41 No. 03 January 2021

Jumada al-Awwal/ Thani 1442 AH

جلد: 41 شمارہ: 03 جنوری 2021ء

جمادی الاول جمادی الثانی 1442ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:
SIRAT-E-MUSTAQEEM
20 Green Lane, Small Heath,
Birmingham B9 5DB
Tel: 0121 773 0019
Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ
Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK
www.mjah.org.uk/siratemustaqeem
E-mail: info@mjah.org.uk

فکر و نظر

اداریہ

آفات کا نزول، بداعمالیوں کا نتیجہ

محمد حفیظ اللہ خان المدنی

کم و بیش دس ماہ کی طویل غیر حاضری کے بعد مجلہ 'صراط مستقیم' آن لائن کی زینت بن کر ایک نئی شان کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ اس طویل غیر حاضری کی ایک وجہ جہاں مجلہ کو آن لائن بنانے کے طویل پراسس کی تکمیل بنی رہی۔ وہیں کورونا کی مہلک وبا بھی رکاوٹیں ڈالتی رہی۔ ابتداء میں اس مہلک وبا کو چند ہفتوں کی آزمائش پر محمول کیا جاتا رہا۔ مگر اب ایک سال کا عرصہ بیت رہا ہے۔ حالات میں بہتری کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ اس کے برعکس وائرس سے بچاؤ کے لیے تیار کی جانے والی ویکسین کی دستیابی کے اعلان سے لاکھوں مایوس دلوں میں اُمید کی ہلکی سی کرن اُبھر نہیں پائی تھی، پتہ چلا کہ اس مہلک وائرس نے اپنی شکل تبدیل کر لی ہے۔ میڈیکل سائنس کے اعلیٰ ذمہ داران کے بقول 'وائرس' کی اس نئی قسم نے ویکسین کے اثرات سے بچنے کی نئی راہیں تلاش کر لی ہیں۔ وائرس کی یہ نئی قسم برطانیہ کے طول وعرض میں نہایت تیزی اور آسانی سے ہر دوسرے کو متاثر کر رہی ہے۔ خدشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ یہ نئی قسم ماضی کے وائرس سے کہیں زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اس حوالے سے برطانوی حکومت نے کرسمس کے موقع پر دی جانے والی چھوٹ اور نرمی کو فی الفور منسوخ کرتے ہوئے سخت تحدیدات عائد کر دی ہیں۔ دوسری جانب بشمول یورپین ممالک 40 ملکوں نے برطانیہ پر اپنی سرحدوں کے دروازے بند کر کے تاریخ میں پہلی دفعہ برطانیہ کو یکہ وتنہا کر دیا؟ فضائی، برّی اور بحری تمام راستے منقطع کیے جا چکے ہیں۔ حالات بتا رہے ہیں کہ آئندہ ایک دو ماہ برطانوی معیشت پر بہت بھاری گزر سکتے ہیں، غذائی اجناس کی کمی بھی واقع ہو سکتی ہے۔

یہ وائرس آخر کیا بلا ہے کہ جو ایک دو نہیں ستر سے زائد مختلف روپ دھار سکتا ہے، جس نے وقت کے چوٹی کے سائنسدانوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی تاریخ مختلف حوادث اور بلاؤں کے ذکر سے بھری پڑی ہے؟ ماضی میں بلا خیز طوفان، زلزلے، زندگی کے عام رفتار کو تعطل کا شکار بناتے رہے۔

سونامی کی شکل میں سمندر کی دیو قامت موجیں آن کی آن میں شہروں اور بستیوں کو ویرانوں میں تبدیل کرتی رہیں۔ قحط سالی اور بھوک پیاس کا قہر ہزاروں انسانی جانوں کو تلف کرتا رہا۔ مگر شاید ہی انسانی آنکھ نے کبھی ایسی آفت کا مشاہدہ کیا ہو کہ آناً فاناً دنیا کا سارا نظام تبدیل ہو کر رہ گیا ہو۔ شہروں کے مرکزی تجارتی مراکز، بڑی بڑی صنعتیں دیوالیہ ہو گئی ہوں، جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے امام مانے جانے والے ممالک میں آئے دن بے روزگاری کی شرح میں اضافہ جاری ہے۔ اموات کی شرح میں اس قدر تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے کہ تقریباً ہر شہر میں موجود قبرستان کا احاطہ اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کر رہا ہے۔

ان ناگفتہ بہ حالات میں:

اولاً: ہر کسی کو سخت چوکنا رہنے اور تمام مطلوبہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی اَشد ضرورت ہے۔ اس قدر اذیت ناک صورتحال میں بھی کچھ لوگ لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس وائرس کو ایک واہمہ باور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس قسم کے بے پایہ مشوروں کو ناقابل توجہ سمجھتے ہوئے بہر صورت احتیاط لازمی ہے۔

ثانیاً: ان تمام احتیاطی تدابیر کو اختیار کرتے ہوئے ایک مؤمن کی حیثیت سے ہمارا کامل ایمان اور توکل اللہ رب العزت کی ذات اور اس کی بنائی ہوئی قضاوقدر پر ہونا ضروری ہے۔

﴿قُلْ حَسْبِيَ اللَّـهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ﴾

"آپ کہہ دیجیے کہ اللہ میرے لیے کافی ہے۔ توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔"

(زمر:38)

﴿مَّا يَفْتَحِ اللَّـهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (فاطر: 2)

"اللہ تعالیٰ جن کے لیے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے، ان کو کوئی بند نہیں کر سکتا جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں وہی سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔"

احتیاطی تدابیر، ویکسین اور دیگر ذرائع محض اسباب کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسباب پر اعتماد کسی بھی شکل میں جائز نہیں اور نہ ہی یہ عقیدہ درست ہے کہ یہ ذرائع فی نفسہ اپنے اندر تاثیر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر ساری کائنات میں کوئی شئے اپنے اندر مستقل تاثیر نہیں رکھتی۔

ثالثاً: مصائب اور آفات کا نزول انسانوں کی بداعمالیوں کا نتیجہ اور غفلت شعار دلوں کو بیدار کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

﴿وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا﴾

ہم تو لوگوں کو ڈرانے کے لیے ہی نشانیاں بھیجتے ہیں۔" (بنی اسرائیل:59)

موجودہ حالات میں ہر کسی کو صدقِ دل اور کامل اخلاص کے ساتھ اپنا جائزہ لینے اور خالق ومالک کے ساتھ اپنے تعلق کو جانچنے، اپنی بداعمالیوں اور معصیت سے تائب ہو کر انابت إلی اللہ اور استغفار کا التزام کرتے ہوئے اپنی اصلاح کرنے، معصیت کی راہوں کو ترک کر کے نیکی اور فرمانِ رب کی راہوں کو اپنانے کی شدید ضرورت ہے وہ لوگ جو ان حالات میں بھی بدستور فسق وفجور سے بھری زندگی گذار رہے ہیں انہیں متنبہ ہو جانا چاہیے کہ اس قسم کی آزمائشیں ایسے لوگوں کے لیے بربادی کا سامان بن جایا کرتی ہیں:

«إِنَّ الْهَلَكَةَ كُلَّ الْهَلَكَةِ أَنْ تَعْمَلَ السَّيِّئَاتِ فِي زَمَانِ الْبَلَاءِ»

"ہلاکت اور بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جو آفات اور بلاؤں کے نزول پر بھی بدستور فسق وفجور پر ڈٹے رہتے ہیں۔"

☆☆☆

(بقیہ: وبائی امراض سے بچانے میں معاون) (دس وصیتیں)

کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانک کر رکھیں: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "برتن کو ڈھک کر رکھو، مشکیزے کا منہ باندھے رکھو، کیونکہ سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے۔ پھر جس بھی اَن ڈھکے برتن اور منہ کھلے مشکیزے کے پاس سے گزرتی ہے، تو اس وبا میں سے (کچھ حصہ) اس میں اُتر جاتا ہے۔"
(صحیح مسلم: 2041)

امام ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: "وهذا مما لا تناله علوم الأطباء ومعارفهم." "ایسا علم ہے کہ جس تک اطباء کے علوم ومعارف کی (اب تک) رسائی نہ ہو سکی۔" (زاد المعاد: 4/213)

آخیر میں عرض ہے کہ ہر مسلمان واجبی طور پر اپنے اُمور کو اللہ کے سپرد کرے، اس سے فضل کے حصول کی اُمید اور اس پر کامل بھروسہ رکھے، کیونکہ سارے اُمور کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے، اور سب اسی کے تابع ہے اور صبر واحتساب کے ساتھ لاحق شدہ مصائب سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اللہ کا اس شخص کے لیے ثواب عظیم اور اَجر جزیل کا وعدہ ہے جو مصائب میں صبر واحتساب کا دامن تھامے رکھے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

"یقیناً صبر کرنے والے ہی کو ان کا پورا پورا اجر دیا جاتا ہے۔" (الزمر: 10)

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے طاعون کے بارے میں پوچھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "طاعون (اللہ کا) عذاب ہے، وہ اسے جس پر چاہتا ہے بھیج دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو اہل ایمان کے لیے باعثِ رحمت بنا دیا، اب کوئی بھی اللہ کا بندہ اگر صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے جہاں طاعون پھوٹ پڑا ہو اور یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے وہ اس کو ضرور پہنچ کر رہے گا تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔" (صحیح بخاری: 5734)

اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں ایسے اعمال واقوال کو بروئے کار لانے کی توفیق دے جن سے وہ راضی اور خوش ہوتا ہے، اللہ کا قول برحق ہے اور وہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

☆☆☆

دل بتدریج زندہ کیجیے

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" إِنَّ الْقُلُوبَ تَمُوتُ وَتَحْيَا، فَإِذَا هِيَ مَاتَتْ فَاحْمِلُوهَا عَلَى الْفَرَائِضِ، فَإِذَا هِيَ أُحْيِيَتْ فَأَدِّبُوهَا بِالتَّطَوُّعِ."

"بے شک دل مردہ بھی ہو جاتے ہیں اور زندہ بھی۔ جب یہ مردہ ہو جائیں تو انکو فرائض ادا کرنے پہ لگاؤ پھر جب یہ زندہ ہو جائیں تو دل کو نفل اعمال پہ راغب کرو۔"

(الزھد للامام احمد: 1/216)

☆☆☆

اَلْـحَمْدُ لِلّٰهِ يُجِيبُ الْمُضْطَـرَّ إذا دعاهُ، ويُغِيثُ المَلهُوفَ إِذَا نَاداهُ ويَـكْشِفُ السُّوءَ، ويُـفَـرِّجُ الكُرُبات، لا تحيا القلوب إلا بذكره ولا يقع أمر إلا بإذنه، ولا يُـتَخَلَّصُ مِنْ مَكْرُوهٍ إلا برحمتِهِ ولا يُحْفَظُ شيءٌ إلا بكلاءَتِهِ، ولا يُدْرَكُ مأمولٌ إلا بتَـيْسِيرِهِ ولا تُنالُ سَعَادَةٌ إلا بطاعتِهِ. وأَشْهَدُ أن لا إلٰه إلاالله، وَحْدَهُ لا شريكَ له، رَبُّ العالمين، وإِلهُ المُرْسَلِين، وقَـيُّومُ السَّماوات والأَرضين. وأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عبدُهُ ورسولُهُ، المَبْعوثُ بالكتابِ المُبينِ، والصِّراطِ القَوِيم، صلَّى اللهُ وسَلَّمَ عليه، وآله وصَحْبِه أجمعين.

اما بعد! یہ دس مفید وصیتیں ہیں، جنہیں میں ان دنوں پھیلی 'کورونا' نامی وبائی بیماری اور اس کی وجہ سے لوگوں کے مابین واقع بے چینی کی مناسبت پر بطورِ تذکیر دہرانا چاہتا ہوں، اللہ سے دعا گو ہوں کہ اے اللہ ہم پر سے ہر طرح کی بلا وتکلیف کو دور فرمادے، سختی اور شدتِ مرض کو ہٹالے اور ہماری ان چیزوں کے ذریعہ حفاظت فرما، جس کے ذریعہ تو نے اپنے صالح بندوں کی حفاظت فرمائی، بے شک تو ہی مدد گار اور اس پر قدرت رکھنے والا ہے۔

بیماری نازل ہونے سے قبل پڑھی جانے والی دعا

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "جو شخص شام کو یہ دعا تین مرتبہ پڑھے اسے صبح تک کوئی ناگہانی آفت نہیں لاحق ہو گی: « بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ» اور جو صبح کو تین مرتبہ یہ دعا پڑھے اسے شام تک کوئی ناگہانی آفت نہیں لاحق ہو گی۔" (سنن ابی داوٗد:5088؛ سنن ترمذی:3388)

﴿ لَّا إِلَـٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴾ کثرت سے پڑھا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَـٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ0 فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴾

مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو یاد کرو! جبکہ وہ غصہ سے چل دیے اور خیال کیا کہ ہم اسے پکڑ نہ سکیں گے، بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں ہو گیا۔ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور غم سے نجات دے دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچالیا کرتے ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

"یعنی جب مؤمن مصیبتوں میں گھر کر ہمیں پکارتے ہیں، بالخصوص اس دعا کے ذریعہ تو ہم ان کی دستگیری فرما کر تمام مشکلیں آسان کر دیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "مچھلی والے (سیدنا یونس علیہ السلام) کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی وہ یہ ہے کہ ﴿ لَّا إِلَـٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴾ سو جو بھی کسی معاملے میں اس دعا کے ذریعے اپنے رب سے فریاد کرے، تو اللہ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔" (سنن ترمذی:3505؛ مسند احمد:2641)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب 'الفوائد' میں لکھتے ہیں: "دنیا کی مشکلات کو دور کرنے والی توحید جیسی کوئی چیز نہیں، اسی لیے پریشانی کی دعا توحید قرار پائی، سیدنا یونس علیہ السلام کی توحید بھری دعا کے ذریعے اگر کوئی پریشان حال دعا کرے تو اللہ اس کی فریاد ضرور سنتا ہے اور اس کی پریشانی دور فرما دیتا ہے۔ واضح رہے کہ انسان کو بڑی مصیبتوں میں جھونکنے کا واحد سبب شرک ہے اور اس سے نجات کا واحد سبب بھی توحید ہے، معلوم ہوا کہ توحید کی مخلوق کی پناہ گاہ، ماویٰ و ملجا اور قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے، اسی کے ذریعے اس کی فریاد رسی ہوتی ہے۔ باللہ التوفیق" (الفوائد:53)

سخت ترین آزمائش سے اللہ کی پناہ طلب کریں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ترین آزمائش، بد بختی، تقدیر کے شر اور دشمن کو خوش کر دینے والی آزمائش سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔" (صحیح مسلم:2707)

ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"لوگو سخت ترین آزمائش، بد بختی، تقدیر کے شر اور دشمن کو خوش کر دینے والی آزمائش سے اللہ کی پناہ مانگا کرو۔" (صحیح بخاری:6616)

چنانچہ ہم عربی میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کریں:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلاءِ، وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الأَعْدَاءِ

گھر سے نکلتے وقت کی دعا پر پابندی کریں

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب آدمی اپنے گھر سے نکلے

تو یہ دعا پڑھے: «بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ» ”اللہ کا نام لے کر گھر سے نکل رہا ہوں، اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں، کسی شر اور برائی سے بچنا اور کسی نیکی یا خیر کا حاصل کرنا اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔“

یہ دعا پڑھنے کے بعد اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ تجھے ہدایت ملی، تیری کفایت کی گئی، اور تجھے (ہر بلا سے) بچا لیا گیا۔ چنانچہ شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے اور دوسرا شیطان اس سے کہتا ہے کہ تیرا داؤ ایسے آدمی پر کیونکر چلے جسے ہدایت دی گئی، اس کی کفایت کر دی گئی اور اسے (بلا سے) بچا لیا گیا۔“

(سنن ابی داود: 5074؛ سنن ترمذی: 3727)

صبح و شام اللہ سے عافیت طلب کرتے رہیں

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شام اور صبح کے وقت یہ دعائیں پڑھنا نہ چھوڑتے، (یعنی اس پر مداومت برتا کرتے):

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي، وَمَالِي، اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي، وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي»

”اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں ہر طرح کے آرام اور راحت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور عافیت کا طلب گار ہوں، اپنے دین و دنیا میں اور اپنے اہل و مال میں۔ اے اللہ! میرے عیب چھپا دے، مجھے میرے اندیشوں اور خطرات سے امن عنایت فرما، یا اللہ! میرے آگے، میرے پیچھے، میرے دائیں، میرے بائیں اور میرے اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں تیری عظمت کے ذریعے سے اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نیچے کی طرف سے ہلاک کر دیا جاؤں، یا دھنسا دیا جاؤں۔“ (سنن ابی داود: 5074؛ مسند احمد: 4785)

دعاؤں کا بکثرت اہتمام کریں

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جس کسی کے لیے دعا کا دروازہ کھولا گیا تو اس کے لیے (گویا) رحمت کے دروازے کھول دیے گئے اور اللہ سے مانگی جانے والی۔ اس کے نزدیک پسندیدہ چیزوں میں سے۔ اس سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ نہیں کہ اس سے عافیت مانگی جائے۔“ (سنن ترمذی: 3548)

نیز اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِالدُّعَاءِ»

”دعا اس مصیبت میں بھی فائدہ دیتی ہے جو نازل ہو چکی اور اس مصیبت سے بچانے کا بھی فائدہ دیتی ہے جو ابھی تک نازل نہیں ہوئی ہے۔ سو، اے اللہ کے بندو! تم اللہ سے برابر دعا کرتے رہو۔“

(سنن ترمذی: 3548، حسنہ الالبانی)

ان جگہوں پر جانے سے بچا جائے جہاں وبا پھیلی ہو

سیدنا عبد اللہ بن عامر سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کے لیے روانہ ہوئے، جب آپ سَرغ نامی مقام پر پہنچے تو آپ کو اطلاع ملی کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے، پھر سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

”جب تم کسی علاقے کے متعلق سنو کہ وہاں وبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی ایسی جگہ پر وبا پھوٹ پڑے جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے فرار اختیار کرتے ہوئے مت نکلو۔“ (صحیح بخاری: 2937؛ صحیح مسلم: 2219)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُورِدُ الْمُمْرِضُ عَلَى الْمُصِحِّ»

”بیمار کو صحت مند کے پاس نہ لاؤ، (یا بیمار اونٹ والا اپنے اونٹ کو صحت مند اونٹ کے پاس نہ لائے)۔“ (صحیح بخاری: 5774؛ صحیح مسلم: 2221)

بھلائی اور احسان والے کام پر توجہ دیں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«صَنَائِعُ المَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ، وَالصَّدَقَةُ خَفِيًّا تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ زِيَادَةٌ فِي العُمُرِ، وَكُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَأَهْلُ المَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ المَعْرُوفِ فِي الآخِرَةِ»

”اچھے کام کرنا بُرے انجام، آفتوں اور ہلاکتوں سے بچاتا ہے اور جو دنیا میں بھلے ہیں وہی آخرت میں بھی بھلے ہوں گے۔“ (مستدرک الحاکم: 492)

امام ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

”مرض کا سب سے عظیم ترین نسخہ علاج یہ ہے کہ خیر و بھلائی کا کام کیا جائے اور ذکر و دعا، خشوع و خضوع اور اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے توبہ و انابت کیا جائے۔ ان امور کا دفع مرض اور حصولِ شفا میں کافی اثر ہے اور یہ طبعی دواؤں سے زیادہ عظیم و پُر تاثیر ہیں۔ البتہ یہ (الٰہی نسخہ) نفس کی استعداد، اسے دل سے قبول کرنے اور اس کے اندر نفع کا پختہ عقیدہ اور یقین رکھنے کے اعتبار سے فائدہ دیتا ہے۔ (زاد المعاد: 4/132)

قیام اللیل (تہجد) کی پابندی کریں

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! قیام اللیل یعنی تہجد کی پابندی کرو، کیونکہ تم سے پہلے کے صالحین کا تہجد کے تئیں یہی طریقہ رہا ہے اور رات کا قیام یعنی تہجد، اللہ سے قریب و نزدیک ہونے، گناہوں سے دور ہونے، برائیوں کو مٹانے اور بیماریوں کو جسم سے دور بھگانے کا ایک ذریعہ ہے۔“ (سنن ترمذی: 3549؛ صحیح ابن خزیمہ: 1135)

(بقیہ صفحہ نمبر: 4)

سیر وسوانح

سیرت النبی ﷺ کے چند امتیازی پہلو

نعمان فاروقی☆

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جامع الحسنات بنایا تھا۔ جس طرح آپ ﷺ کو بہت سے اوصاف ومکارم حاصل ہیں، اسی طرح آپ ﷺ کی سیرت بھی بہت سے امتیازات کی حامل ہے۔ چند امتیازاتِ سیرت حسب ذیل ہیں:

1۔ایک کامل بشر کی سیرت

دیگر مذاہب کے لوگ اپنے مذاہب کے بانیوں حتیٰ کہ انبیاء ورُسل کو بحیثیت انسان پیش نہیں کرتے۔ کسی مذہب والوں نے انہیں اللہ کا بیٹا قرار دیا، کسی نے انہیں معبود بنا دیا اور کسی مذہب کے پیروکاروں نے انہیں انسان سے ہٹ کر فوق البشر یعنی کوئی اور اعلیٰ مخلوق قرار دیا۔ ان کے پیش نظر یہ بات ہے کہ کوئی انسان انسان ہو کر انسانوں کے لیے نمونہ کیسے بن سکتا ہے؟ قرآن مجید میں ان کی ذہنیت کو ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

﴿فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ﴾

"تو (ثمود) کہنے لگے: کیا ہم اپنے ہی میں سے ایک بشر کی پیروی کریں بلاشبہ تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔" (القمر:24:54)

اسی طرح وہ یہ بھی بعید از قیاس قرار دیتے تھے کہ کوئی شخص انسان ہو کر انسانوں کی راہ نمائی کرے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوا﴾

"تو ان (کافروں) نے کہا: کیا انسان ہی ہماری راہنمائی کریں گے، چنانچہ انہوں نے انکار کر دیا اور روگردانی کی۔" (التغابن:6:64)

مگر نبی کریم ﷺ کی سیرت ہمارے سامنے ایک اجمل واکمل بشر کی حیثیت سے موجود ہے۔ اس میں الوہیت کا پرتو ہے نہ کسی اور جنس سے تخلیق کا کوئی شائبہ۔

کامل انسان ہونے کی حیثیت سے انسانوں کے سامنے نمونۂ عمل رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ مادۂ تخلیق بھی ایک اور جنس بھی ایک، تاکہ اُسوہ کی پیروی کرنے میں دشواری نہ ہو۔ ایسا کوئی عذر ہی سامنے نہ آئے کہ ان کی تو جنس ہی کوئی اور ہے، بھلا ہم کیسے عمل پیرا ہو سکتے ہیں؟ ہاں! بعض گمراہ مسلمانوں نے دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی سیرت کا یہ امتیازی پہلو کالعدم کرنے کی کوشش کی ہے۔ افسوس کہ وہ اپنی ضد پر بلا دلیل قائم بھی ہیں۔ قرآن مجید تو واضح اعلان کرتا ہے:

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّـهُ بَشَرًا رَّسُولًا﴾

"لوگوں کو ایمان لانے سے اس نظریے نے روکے رکھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا۔" (بنی اسرائیل 94:17)

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا جواب بھی ارشاد فرمایا:

﴿قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا﴾

"کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے مطمئن ہو کر چلتے پھرتے تو ہم ضرور آسمان سے ان پر فرشتہ ہی رسول بھیجتے۔" (بنی اسرائیل 95:17)

2۔قیامت تک کے لیے راہنما سیرت

کئی قائدین، بانیان مذاہب اور پیش رووں نے غیر معمولی امور انجام دے کر بڑے نام پیدا کیے اور وہ اپنے اپنے دور میں قائد اور ریفارمز قرار پائے اور سابقہ انبیائے کرام اور رُسل عظام علیہم السلام بھی اپنے اپنے عہد میں لوگوں کی راہنمائی کرتے رہے۔ بعد کے اَدوار میں وہ تاریخ کا حصہ بنتے چلے گئے۔ اب ان کے کردار تاریخ کے صفحات میں تو کسی حد تک محفوظ ہیں مگر وہ دورِ حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں نہ قیامت تک آنے والے حالات کے بارے میں کوئی تسلی بخش راہ نمائی فراہم کرتے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کی سیرت کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ جیسے آپ ﷺ کی سیرت ماضی کی گزرگاہوں میں روشنی فراہم کرتی تھی اس سے کہیں زیادہ دورِ حاضر کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرتی ہے اور مستقبل کے امکانی حالات میں بھی راہ نمائی کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ محض حبّ رسول ﷺ کی بنیاد پر خوش عقیدگی کا دعویٰ نہیں بلکہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ اس دور میں سیرت پر اس اس قدر کام ہوا ہے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی اور اس تحقیقی کام کی زیادہ تر نوعیت سیرت کو موجودہ دور سے ہم آہنگ کرنے کی ہے۔ لکھنے والے لکھتے چلے جا رہے ہیں اور سیرت کے نت نئے پہلو اجاگر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ سیرت کو جدید دور سے ہم آہنگ کرنے کے سلسلے میں ایک قدرے طویل اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

مسجد ضرار کا نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ سے بس اتنا تعلق ہے کہ یہ منافقین نے بنائی تھی اور آپ ﷺ نے اس کے انہدام کا حکم صادر فرمایا۔

☆ حافظ محمد نعمان فاروقی بن مولانا محمد ادریس فاروقی، ایڈیٹر ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور ومدیر مسلم پبلیکشنز، لاہور

اس حوالے سے ڈاکٹر صلابی نے سیرت النبی ﷺ میں دورِ حاضر کے مسلمانوں کے لیے بڑے عمدہ نکات پیش کیے ہیں۔
ملاحظہ کیجیے:

1۔امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "جو بھی مسجد فخر وغرور، دکھلاوے، ریاکاری یا رضائے الٰہی کی نیت کے علاوہ کسی اور رغرض سے بنائی جائے یا حرام مال سے تعمیر کی جائے تو اس کا حکم مسجد ضرار والا ہی ہے۔" (تفسی الزمخشری:310/2)

عبد الکریم زیدان امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ
"کیا اس مسجد کو مسجد ضرار کی طرح گرا دیا جائے گا؟ میں یہ نہیں سمجھتا کہ ایسا ہو بلکہ صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسجد تقویٰ اور اخلاص کی بنیاد پر نہیں بنائی گئی۔" (المستفاد من قصص القرآن لعبد الکریم زیدان:304/1)

2۔امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ
"ہمارے علماء (شافعیہ) کا کہنا ہے کہ ہر وہ مسجد جو ایذا رسانی، ریاکاری اور دکھلاوے کے لیے بنائی گئی وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور اس میں نماز اَدا کرنا درست نہیں۔" (تفسیر القرطبی:254/8)

سید قُطب رقمطراز ہیں کہ
"اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بنائی جانے والی مسجد ضرار جیسی مسجدیں مختلف ادوار میں بنتی چلی آئی ہیں۔ بظاہر تو یہ اسلام کی سربلندی کے لیے بنائی جاتی ہیں مگر درپردہ اسلام کی بیخ کنی اور اس کی شکل بگاڑنا مقصود ہوتا ہے اور اس کے لیے اسلام کے نام کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں اور ایسے علمی مباحثے ہوتے ہیں جو اسلام کو مٹانے کے درپے لوگوں کو سکون فراہم کرتے ہیں اور انہیں باور کراتے رہتے ہیں کہ انہیں اسلام سے کوئی خطرہ نہیں۔"
(تفسیر فی ظلال القرآن:1710/3، 1711)

مسجد ضرار جیسے دیگر مقامات کا حکم

عبد الکریم زیدان کہتے ہیں کہ "ہر وہ چیز جسے بظاہر شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بنایا گیا ہو مگر بنانے والے غیر شرعی مقصد پورا کرنے چاہتے ہوں تو وہ بھی مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔ اس قاعدے کے متعلق ہم اختصار سے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کا ظاہر تو شرعی طور پر درست ہو مگر اس کو اختیار کرنے والے، مؤمنوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہوں تو وہ مسجد ضرار ہی کے حکم میں شامل ہے۔"
(المستفاد من قصص القرآن لعبد الکریم زیدان:ص506/2)

مسلم ممالک میں مساجد ضرار کا وجود اور حکم

ہمیشہ سے منافقین، ملحدین، عیسائی اور کفار فاتحین عبادت کے نام پر ایسے معبد تعمیر کرتے چلے آئے ہیں جن کا مقصد اسلام پر طعن و تشنیع اور مسلمانوں کے عقائد وعبادات میں شبہات پیدا کرنا ہوتا ہے، اسی طرح تعلیم وتربیت کے نام پر سکول بنا کر بچوں کے ذہن میں زہر اُنڈیلنا، ثقافت کے نام پر ادبی مجالس قائم کر کے اخلاقی اقدار کو متزلزل کرنا اور ہسپتال وغیرہ بنا کر انسانی خدمت کے نام پر بیماروں اور کمزوروں پر اثر انداز ہو کر انہیں دین سے پھیرنا مقصود ہوتا ہے۔ افریقی ممالک میں وہ یہ تجربہ کر کے اثر انداز ہو چکے ہیں۔
(السیرۃ النبویۃ لابی شیبہ:508/2)

مسجد ضرار اسلامی معاشرے میں ہونے والا ایسا حادثہ اور واقعہ نہیں جو ہوا اور مٹ گیا بلکہ یہ دائمی سوچ اور فلسفے کا نام ہے جس کے لیے گہرے مقاصد سامنے رکھ کر زبردست منصوبہ بندی کی جاتی ہے اور مؤثر ترین وسائل استعمال میں لائے جاتے ہیں اور پھر انہیں اسلام اور مسلمانوں سے متعلق کیے گئے دیگر منصوبہ جات سے ہم آہنگ کر کے اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کیے جاتے ہیں اور نہایت قبیح صورت حال بنا کر پیش کی جاتی ہے تاکہ لوگ دین سے متنفر ہو جائیں اور ایسے کاموں میں مشغول ہوں جس سے ان کا اخروی گھر تباہ وبرباد ہو جائے۔
(الصراح مع الصلیبیین لابی فارس:ص182)

مسجد ضرار کے نام سے شاید بہت سے لوگ واقف بھی نہ ہوں لیکن دیکھا آپ نے کہ اس دور کے سیرت نگاروں اور اربابِ تحقیق نے کیسے کیسے مسائل ثابت کیے ہیں۔ یہ تو ایک اقتباس ہے۔ اتنا کچھ لکھ کر بھی تقریباً ہر سیرت نگار یہی کہتا ہے کہ کچھ نہیں لکھ سکا:

تیرے اوصاف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا

اسی طرح موجودہ دور میں بین الاقوامی تعلقات اور معاہدوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ سیرت مبارکہ میں اس حوالے سے بہت سے معاہدے اور وثائق موجود ہیں اور اپنے اندر بہت سی حکمتیں اور راہ نمائیاں لیے ہوئے ہیں اور کسی بھی نوعیت کی پیش آنے ولی صورت میں راہ نمائی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حال ہی میں ڈاکٹر صبحی حفظہ اللہ کی کتاب شائع ہوئی ہے جس میں مؤلف نے 400 کے قریب وثائق، معاہدات اور ریاستی احکامات کا شمار کیا ہے اور ان کی استنادی صحت اور سقم کے متعلق بھی وضاحت کی ہے یہ تو ممکن ہے کسی قوم یا شخصیت نے معاہدوں کی صورت میں راہ نمائیاں فراہم کی ہوں لیکن معاہداتِ نبویہ کی جامعیت اور حکمت کو وہ نہیں پا سکتے۔

3۔استنادی حیثیت کی حامل سیرت

جب سے دنیا بنی ہے اس میں بڑے بڑے باکمال لوگ ہر فیلڈ میں گزرے ہیں اور آئندہ بھی گزرتے رہیں گے۔ ان کی زندگیاں سینۂ تاریخ میں محفوظ بھی ہیں مگر ان کی سوانح لکھنے والوں کی اکثریت کا کسی کو علم نہیں۔ اگر علم ہے بھی تو تعارف نہیں، تعارف ہے تو جو معلومات کتاب میں درج ہیں ان کی کوئی سند نہیں کہ یہ معلومات مؤلف یا سوانح نگار تک کیسے پہنچیں۔

انسائیکلوپیڈیاز کے اس دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اندر متعدد نامور شخصیات کا ذکر ہوتا ہے مگر ان کے متعلق معلومات تک رسائی کا کوئی باقاعدہ ذریعہ نہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ایک معتبر نام ہے۔ راقم نے جستجو کی، فیلڈ کے لوگوں کو ساتھ لیا کہ ہم یہ جان سکیں کہ اس انسائیکلوپیڈیا میں معلومات مؤلف تک کیسے پہنچی ہیں مگر مجھے حیرت ہوئی کہ سکندر اعظم جس کا تعلق 356 قبل مسیح سے ہے اس کے بارے میں معلومات جن کتب میں شائع ہوئیں، جن کا اس میں حوالہ دیا گیا ہے، ان میں سے کوئی 1960ء میں چھپی ہے تو کوئی 1961ء میں، کوئی 1973ء میں چھپی ہے اور کوئی 1974ء میں، کوئی 1984ء میں چھپی ہے تو کوئی 1991ء میں۔ دو ہزار سال کے اس خلا کو محض ایک کتاب میں آجانے ہی سے پُر کر دیا گیا۔

یہ ہے مغرب کے ہاں تحقیق کا معیار اور تنقید ان پر کرتے ہیں جنہوں نے ایک ایک لفظ کے لیے علیحدہ علیحدہ اسناد ذکر کر کے ایک ایک چیز کی وضاحت کی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح مسلم میں ایک سند کے ساتھ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم ﷺ کی نماز کسوف (چاند گرہن کی نماز) کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد مختصر خطبے کا ذکر کیا۔ اس خطبے کے یہ الفاظ: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مِنْ آيَاتِ اللهِ» "بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔" اور اس حدیث کے آخر میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ بیان کیے: «أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ» "خبردار! کیا میں نے پہنچا دیا۔" (صحیح مسلم، حدیث:(1)901)

اب امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دوسری سند سے یہ الفاظ میسر آئے: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مِنْ آيَاتِ اللهِ» اور «أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ» تو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ سند ذکر کر کے ان الفاظ کو علیحدہ ذکر کیا ہے۔ یہ محدثین کرام کی تحقیق کا معیار اور سنت کی حفاظت کا اہتمام۔

اُمتِ مسلمہ کو اللہ نے 'سند' کے جس اعزاز سے نوازا ہے اس پر جتنا بھی شکر اَدا کریں کم ہے۔ 'سند' کے جس ذریعے سے پیغمبر ﷺ کے شب و روز محفوظ ہیں دنیا کے کسی قائد حتیٰ کہ کسی پیغمبر کی سیرت بھی اس انداز سے محفوظ نہیں۔ کسی کے سوانح میں یہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا کہ جو معلومات میں درج کر رہا ہوں ان میں سے یہ بات مجھے میرے فلاں استاد نے بتائی اور میرے استاد نے فلاں سے سنا تھا اور انہوں نے فلاں شخص سے سنا تھا کہ فلاں شخص اس وقت سوتا تھا۔ جبکہ سیرت طیبہ لکھنے والوں کے اپنے حالات بھی محفوظ ہیں اور ان کی کتابوں میں آنے والے تمام راویوں کے حالات، اخلاق و کردار اور ان کے متعلق مطلوبہ معلومات بھی محفوظ ہیں اور ان کے اساتذہ و تلامذہ کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی سیرت محفوظ کرنے والوں کو دنیا میں یہ صلہ دیا کہ ان کے نام اور حالات بھی تاریخ نے محفوظ کر لیے اور بعد والے انہیں اچھے لفظوں میں یاد کر کے ان کے لیے دعاؤں کے نذرانے پیش کرنے لگے۔ سیرت مبارکہ کا یہ وہ منفرد اعزاز ہے جو دنیا کے کسی شخص کے حصے میں نہیں آیا۔

4۔ جامع سیرت

رسول اکرم ﷺ کی سیرت کو یہ اعزاز و امتیاز بھی حاصل ہے کہ یہ اپنے اندر انتہائی لطافت، باریک بینی اور جامعیت رکھتی ہے۔ سیرت مبارکہ کو ایسی لطافت سے محفوظ کیا گیا ہے کہ تاریخ عالم میں اتنی لطافت سے کسی اور کی سیرت جمع کرنے کا تصور بھی محال ہے۔ نبی کریم ﷺ کی صرف سنتیں ہی نہیں بلکہ معمولات بھی، آپ ﷺ کی صفات ہی نہیں بلکہ ادائیں بھی، چہرہ مبارک ہی نہیں بلکہ اس کے تاثرات بھی، آپ ﷺ کی خوابیدگی ہی نہیں بلکہ سوتے میں نکلنے والی آواز بھی، آپ کا چلنا ہی نہیں بلکہ اس رفتار کی تمام کیفیات بھی غرضیکہ ایک ایک ادا تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔

سیرت محفوظ کرنے میں لطافت کا اندازہ لگائیے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ مسواک کر رہے تھے، اس دوران آپ ﷺ کا اوپر والا لب مبارک اوپر اٹھا ہوا تھا۔ (صحیح بخاری:6923)

یہ بات بھی حدیث میں محفوظ ہے۔ محدثین کرام اور سیرت نگاروں اور راویانِ حدیث نے تو اس لکیر کو بھی محفوظ کیا ہے جب آپ حالتِ مرض میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کندھوں کا سہارا لے کر ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف جا رہے تھے اور زمین پر گھسیٹتے ہوئے قدم مبارک نے لکیر کھینچ دی تھی۔ (صحیح بخاری:4442)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک میں موجود سفید بال شمار کر رکھے تھے کہ وہ 20 سے کم تھے۔ باریکی کا اس حد تک خیال رکھا کہ ان بالوں میں سے ایک بال سرخی مائل تھا اور سرخ ہونے کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے کہ وہ خوشبو کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ (صحیح بخاری:3547)

بعض اوقات تعجب یا انتباہ کے طور پر زبانِ نبوت سے الفاظ جاری ہو جاتے تھے۔ تاریخ نے انہیں بھی اپنے صفحات میں مقام دیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اعلیٰ کھجوریں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کہاں سے لائے؟ کہنے لگے: 2 صاع (5 کلو) گھٹیا کھجوریں دے کر ایک صاع اچھی کھجوریں آپ کے لیے لی ہیں۔ فرمایا: «أوه ، أوه» "اوہو، اوہو، اے یہی تو سود ہے، یہی تو حقیقی سود ہے۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔" (صحیح بخاری:2312)

غرضیکہ سیرت رسول اکرم ﷺ کے ایک ایک پہلو کو بڑی باریکی سے جمع کیا گیا ہے۔

اس بات کا دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا کہ کسی اور کی زندگی کے کسی بھی پہلو یا موقع کو اس قدر باریکی سے جمع نہیں کیا گیا لیکن یہ دعویٰ ضرور کیا جا سکتا ہے کہ جس مبارک ہستی کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو از حد لطافت، جامعیت اور باریکی سے تاریخ میں محفوظ کیا گیا ہے اور ایسے دور میں محفوظ کیا گیا ہے کہ جب انسانیت تحقیق و تفتیش اور طباعت واشاعت کے اصول وضوابط سے بالکل ناآشنا تھی، وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔

5۔ عالمگیر سیرت

سیرتِ طیبہ کا یہ بھی یگانہ اعزاز ہے کہ آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ ایسی عالمگیر ہے کہ زندگی کے تمام پہلوؤں اور معاملات کا احاطہ کرتی ہے۔ دنیا کا کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ سیرتِ مبارکہ میں اس کے لیے راہ نمائی نہیں ہے۔ تاجر ہو کہ مزدور، افسر ہو کہ ملازم، استاد ہو کہ شاگرد، جج ہو کہ وکیل، حکمران ہو کہ سپہ سالار، پھر کسی شخص کی جو بھی حیثیت ہو، مثلاً وہ باپ ہو، دادا ہو، نانا ہو، بیٹا ہو، بھائی ہو ہر ایک کے لیے سیرتِ طیبہ میں مکمل اسباق چمک رہے ہیں۔ دوسروں کی زندگیوں کا جائزہ لیں حتیٰ کہ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مبارک زندگیوں کا مطالعہ کریں اور مطالعہ بھی ان پر ایمان لانے والوں کی کتابوں سے کریں تو یہی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ زندگی کے تمام پہلوؤں کو شامل اور تمام میدانوں کا احاطہ کرنے والی کوئی سیرت ہے تو وہ صرف سیرت امام الانبیاء ﷺ ہے۔

مثلاً کوئی عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک زندگی سے اپنی ازدواجی زندگی کے متعلق کوئی راہ نمائی لینا چاہے تو میں اپنے علم کی حد تک کہتا ہوں کہ اسے ایسی روشنی میسر نہیں آ سکے گی جو سیرت رسول ﷺ میں ہے۔ اس کی بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی۔ کوئی عیسائی حکمران سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے اپنے حکمرانی کے اصول ومبادیات تلاش کرنا چاہے تو شاید اس کے لیے ایسا ممکن نہ ہو کیونکہ انہوں نے بحیثیت حکمران زندگی کے دن بسر نہیں کیے اور اس حوالے سے کوئی خاطرہ خواہ اصول وضع نہیں فرمائے۔

دراصل انسانیت نے عروج اور ترقی کی جو منازل طے کرنا تھیں اور جس جس معاملے میں راہ نمائی کی ضرورت پیش آنی تھی، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اللہ نے ایک ہی ہستی کو پیدا فرمایا اور تمام اعلیٰ صفات وحسنات کا مجموعہ بنایا۔ وہ ہیں اللہ کے آخری رسول محمد مصطفیٰ ﷺ، انسانیت چاند تو کجا فلک کو بھی چھو لے تب بھی اسے سیرتِ رسول اکرم ﷺ ہی سے راہ نمائی کی روشنی ملتی رہے گی۔

6۔ متعدد افراد، شخصیات، اقوام اور قبائل سے تعلقات کی حامل سیرت

دوسروں کی زندگیوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ محض وہی شخصیت ہی ہے جس کی زندگی کا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ جیسے دوسروں کو اس کی زندگی میں کوئی دخل نہ ہو، دوسروں سے کوئی وسیع تعلقات نہ ہوں ور دوسروں سے کوئی معاملات نہ ہوں لیکن نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کا زیادہ تر حصہ دوسروں پر مشتمل ہے۔ ایک طرف جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں تو دوسری طرف یہودی ونصاریٰ اور کفار ومشرکین، ایک طرف اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم ہیں تو دوسری طرف غیر رشتے دار، ایک طرف سردار ہیں تو دوسری طرف معاشرے کے نادار افراد، ایک طرف شہری زندگی سے منسلک لوگ ہیں تو دوسری طرف بالکل دیہاتی، ایک طرف تاجر ہیں تو دوسری طرف زمیندار، ایک طرف خواتین ہیں تو دوسری طرف بچے۔ نبی کی ﷺ سیرت میں ایسی یک رخی نہیں کہ پوری زندگی محض چند حواریوں کے ساتھ ہی گزر رہی ہے یا ایک ہی طرح کے بنی اسرائیل کو سمجھاتے عمر بیت رہی ہے اور وہ بھی ایسے جو ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ بلکہ مختلف احوال، مقامات اور حیثیات کے لوگوں کا سیرتِ طیبہ کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ یہ وہ امتیاز ہے جو شاید ہی کسی اور عظیم ہستی کو حاصل ہوا ہو۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر طبقے کا ہر شخص یہی محسوس کرتا ہے کہ رسول ﷺ تو بس ہمارے ہیں۔

7۔ معجزات ہی نہیں بلکہ دلائل پر مبنی سیرت

سیرت النبی ﷺ کا یہ بھی امتیاز ہے کہ اس کا زیادہ تر انحصار خرق عادت اُمور یا معجزات پر مبنی نہیں بلکہ دلائل پر ہے۔ آپ ﷺ نے تمام مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے اپنی کاوشیں بروئے کار لا کر نصرتِ الٰہی سے اپنے اہداف ومقاصد حاصل کیے۔ یہ کوئی ایسا سلسلہ نہیں تھا کہ لوگ آپ کے معجزات دیکھ کر ایمان لائے ہوں بلکہ معجزہ طلب کرنے والے تو وہ تھے جو ایمان لانا ہی نہیں چاہتے تھے۔ یہاں تو جو ایمان لایا وہ علی وجہ البصیرت لایا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے جادوگر معجزہ دیکھ کر ایمان لائے تھے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی اکثریت ان کے معجزوں سے متاثر تھی۔ معجزوں کا ظہور آپ ﷺ سے بھی ہوا۔ معجزاتِ نبوی رسولِ اکرم ﷺ کی عزت وتکریم کا باعث بنے اور دشمنانِ رسول کا منہ بند کرنے کے لیے انتہائی مؤثر اور مسکت ثابت ہوئے۔ اسی طرح وہ اہل ایمان کے لیے ایمان میں اضافے کا باعث بنے لیکن ہٹ دھرم قوم کے لیے ایمان لانے کا باعث نہ بن سکے۔ میرے ناقص علم کے مطابق اکا دکا واقعات کے علاوہ شاید ہی کوئی شخص ہو جو معجزات دیکھ کر آپ ﷺ پر ایمان لایا ہو۔

اللہ کی طرف سے کفار کے مطالبے پر کہ ہم پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری جاتی، یہی جواب آیا:

﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ﴾ (العنکبوت29:50)

"کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟"

نبی کریم ﷺ کی سیرت کے اس امتیازی پہلو میں امت مسلمہ کے لیے یہ درس ہے کہ نبی ﷺ نے جو دعوت پھیلائی وہ اپنے اعلیٰ کردار واخلاق اور دلائل کی روشنی سے پھیلائی نہ کہ خرق عادت امور کے اظہار سے کیونکہ ایسے معجزات تو انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ ہی چلے گئے جبکہ نبی ﷺ کا اعلیٰ کردار اور روشن دلائل آج بھی موجود ہیں۔ انہیں اپنا کر اور دلائل دوسروں تک پہنچا کر مسلمان اب بھی دعوت کا کام علی وجہ البصیرت انجام دے سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

"انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانیاں دیں جن کی بدولت لوگ ایمان لے آیا کرتے تھے اور مجھے تو 'وحی' ہی عطا کی گئی۔ اسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا۔ تو مجھے امید ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی نسبت میرے پیروکاروں کی تعداد زیادہ ہو گی۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی: 4981)

8۔ متعدد احوال کی حامل سیرت

نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ کو بہت نشیب وفراز سے گزرنا پڑا اور کئی قسم کے حالات سے آپ گزرے اور ہر حال میں کامیابی نے آپ ﷺ کے قدم چومے۔ حالت یتیمی میں ولادت سے لے کر جزیرہ نمائے عرب کے کامیاب حکمران بننے تک کے مراحل میں کبھی آپ ﷺ بکریاں چراتے نظر آتے ہیں، کبھی تاجر کی حیثیت سے، کبھی دشمن کی حراست میں، کبھی ہجرت کی راہوں میں، کبھی ازواج کے ساتھ، کبھی میدان کارزار میں زرہ پہنے ہوئے، کبھی اصحاب کے ساتھ، کبھی چولہا نہیں جلتا، کہیں جھولیاں بھر بھر کے خرچ کر رہے ہیں، کبھی دوسروں کے قرض کا ذمہ لے رہے ہیں اور کبھی اپنی زرہ راشن کے عوض گروی رکھی ہوئی ہے۔

9۔ عملی سیرت

سیرت النبی ﷺ کے اس عنوان کے دو پہلو ہیں:

1۔ یہ ایسی سیرت ہے کہ جس پر عمل کرنا ممکن ہے، فطرت کے عین مطابق ہے۔ جس میں دنیا وآخرت دونوں میں توازن ہے۔ بعض راہبر ایسے بھی ہو گزرے ہیں یا موجود ہوں گے، جن کے بیان کردہ قوانین تحریر میں آ سکتے ہیں مگر عملی صورت میں ناممکن ہیں۔ کہیں بے جا ریاضتیں ہیں اور کہیں دنیا سے لاتعلقی، کہیں اپنی شکل وصورت اور لباس وپوشاک میں ایسی پابندیاں ہیں کہ ناممکن نہ سہی مشکل ضرور ہیں۔

2۔ سیرت کے عملی پہلو کی دوسری صورت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو اخلاقی اور قانونی ضابطے مقرر کیے، آپ ﷺ کا عمل بھی اس کے عین مطابق تھا۔ کچھ عالمی شخصیات نے اصول وضابطے بنائے، اقوال پھیلائے، اخلاقیات کی تعلیم دی، اشعار کہے، فکری تربیت کی مگر ان کی اپنی زندگی میں اگر انہی کے بنائے ضابطوں کو تلاش کیا جائے تو شاید ہی وہ نظر آئیں۔ اگر ایک پہلو سے بہتر نظر بھی آ جائیں تو ممکن ہے دوسرے پہلو سے کمی ہو، جیسے ہمارے قومی ہیرو اور شعراء ہوتے ہیں مگر سیرت مبارکہ میں ایسی کسی بات کا تصور بھی محال ہے۔ آپ ﷺ نے جو ضابطہ مقرر کیا، اس پر آپ کا 100 فیصد عمل نظر آتا ہے۔ اگر سچائی کی تعلیم دی تو خود راست بازی کی اعلیٰ مثال تھے، عہد پورا کرنے کی تعلیم دی تو دشمنوں سے بھی عہد نبھا کر دکھائے، دوسروں کو گھر والوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی تو خود بھی بہترین نمونہ بن کر دکھایا اور حقیقت میں کامل نظر آئے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَدًا أَبَدًا أَبَدًا كَثِيرًا كَثِيرًا

☆☆☆

درود شریف کے فضائل

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا»

"جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔" (صحیح مسلم:408)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جمعے کے دن اور جمعے کی رات مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو ؛ پس جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔" (صحیح الجامع:1209)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مجھے ہر حال میں نبی ﷺ پر کثرت سے دورد بھیجنا پسند ہے، مگر جمعہ کے دن اور رات کو بہت ہی محبوب ہے۔" (الأم:1/239)

امام ابن حجر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

"نبی ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا، وباؤں اور دیگر بڑی مصیبتوں کے خاتمے کا بہت بڑا سبب ہے۔" (بذل الماعون:333)

☆☆☆

سیر و سوانح

عمدۃ الأحکام اور اس کے مؤلف کا مختصر تعارف

فضل الرحمن خطیب و امام محمدی مسجد نیلسن یو کے

ادارہ صراطِ مستقیم کی جانب سے مجلہ کو خاص قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر کئے گئے علمی، تحقیقی، دعوتی اور اصلاحی مضامین کے ذریعہ مفید اور بامقصد بنانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ اس شمارے سے جہاں مجلہ کو انٹرنیٹ کی دنیا میں آن لائن پر لانچ کیا جارہا ہے۔ وہیں مزید اس کی علمی افادیت میں اضافہ کی غرض سے شیخ الاسلام الحافظ الامام عبد الغنی المقدسی رحمہ اللہ (541ھ۔ 600ھ) کی جامع اور مختصر کتاب عمدۃ الأحکام فی کلام خیر الأنام میں شامل احادیث کی تخریج اور مختصر تشریح پر مشتمل سلسلہ وار مضامین کو اس مجلہ کا حصہ بنایا جارہاہے۔ اس کی ذمہ داری جمعیت کے معروف عالم دین مولانا فضل الرحمٰن خطیب و امام محمدی مسجد نیلسن نے بشمول فرمائی ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔ موصوف جامعہ اسلامیہ اسلام آباد سے فراغت کے بعد اس جامعہ میں ایک عرصہ تک مدرس اور مدیر الامتحان کے منصب پر فائز رہ چکے ہیں۔ اس کی پہلی قسط قارئین سے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

عمدۃ الأحکام في کلام خیر الانام بظاہر یہ حدیث کی انتہائی مختصر کتاب ہے مگر اپنے نام کی طرح سردار کُتب میں سے ہے اور یہ ہر اس مسلمان کے لیے کسی انتہائی قیمتی خزانے اور تحفے سے کم نہیں جو احکام و مسائل کو صحیح ترین احادیث کی روشنی میں جاننا اور عمل کرنا چاہتا ہے جن احکام کا ہر مسلمان مکلف ہے وہ پانچ طرح کے ہیں:

① فرض و واجب (یہ دونوں لفظ ہم معنیٰ ہیں) یعنی ایسا حکم جس کا کرنا لازمی و ضروری ہے۔

② **مندوب:** یعنی اس سے مراد ایسا حکم جو سنت و مستحب درجہ کا ہے۔

③ **حرام:** یعنی ایسا حکم جس کے کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ سخت ممنوع ہے۔

④ **مکروہ:** یعنی ایسا حکم جو حرام تو نہیں مگر شریعت نے اس کو پسندیدہ قرار نہیں دیا ہے۔

⑤ **مباح:** یعنی ایسا حکم جو حلال و جائز ہو۔

ان پانچوں احکام کو فقہ کی اصطلاح میں تکلیفی احکام کہا جاتا ہے یعنی وہ احکام جن کا ایک مسلمان مکلف ہے۔

ان پانچوں قسم کے احکام کو جاننے کے لیے قران مجید اور احادیثِ رسول ہیں، ظاہر ہے کہ ہر ایک کے لیے پورے قرآن مجید اور تمام اَحادیث کو جاننا انتہائی مشکل عمل ہے مگر اس مختصر سی کتاب کے ذریعے سے یہ کام ایک عام مسلمان کے لیے انتہائی آسان ہے، صاحب کتاب نے احکام کی احادیث جن کو بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں بیان کیا ان میں سے کچھ کا انتخاب کیا ہے۔

عمدۃ الاحکام میں صاحب کتاب نے طہارت وپاکیزگی نماز، جنازہ، زکاۃ، روزے، حج، خرید وفروخت، نکاح وطلاق، رضاعت، قصاص، حدود، کھانے پینے، لباس، جہاد وغیرہ کے متعلق بیس سے زائد اہم اور روز مرہ پیش آنے والے مسائل کے عنوانات سے بخاری و مسلم سے منتخب احادیث کو 119 ابواب کی صورت میں جمع کیا اور اردو کے محاورے 'سمندر کو کوزے میں بند کرنا' کے مصداق بنادیا۔

عمدۃ الاحکام کے مولف الشیخ عبد الغنی رحمہ اللہ بیت المقدس کے علاقہ نابلس میں سنہ 541ھ میں علمی گھرانے میں پیدا ہوئے اور آپ نے بغداد، مصر، اصبہان، موصل اور دمشق وغیرہ کا علم کے حصول کے لیے سفر کیا۔ بہت سارے اہل علم اور آپ کے معاصرین نے آپکی بہت تعریف کی ہے، حتی کہ ابن رجب رحمہ اللہ نے طبقات حنابلہ کی دوسری جلد کی ابتداء میں آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں ان کے حالات زندگی بیان کرنے سے پہلے اس طرح تعارف کروایا: "الإمام العالم الحافظ الكبير الصادق القدوة العابد الأثري المتبع عالم الحافظ تقي الدين أبو محمد عبد الغني بن عبد الواحد."۔ یعنی امام، عالم، حافظ کبیر، صادق، متقی، عابد، سلف کے پیروکار اور متبع سنت عالم الحفاظ تقی الدین ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد....

اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ہی سیر اعلام النبلاء میں امام عبد العزیز بن عبد الملک الشیبانی کے حوالے سے بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے التاج الکندی رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ امام الدار قطنی رحمہ اللہ کے بعد حافظ عبد الغنی رحمہ اللہ جیسا کوئی نہیں ہوا" کندی کہتے ہیں: ان کے جیسا حافظ الحدیث نہیں دیکھا گیا" وعن عبدالعزيز بن عبدالملك الشيباني، قال: "سمِعت التاج الكندي يقول: لم يكن بعد الدارقطني مثل الحافظ عبدالغني وعن الكندي قال: "لم ير الحافظ مثل نفسه." (سير أعلام النبلاء)

ابن نجار آپ کے بارے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ائمہ میں سے تھے، بہت زیادہ احادیث انھیں حفظ تھیں، حدیث میں ان کی بہت سی بہترین تصنیفات ہیں، حافظہ کمال تھا، حدیث کے اصول وعلل، صحت و ضعف، ناسخ و منسوخ اور غریب

وحسن، نیز حدیث کے معانی کا فہم اور فقہ، اس کے راویوں کے ناموں اور ان کے احوال کا علم سب کچھ اچھی طرح حاصل تھا۔

ابن العماد حنبلی کہتے ہیں کہ آپ حفظ حدیث متن اور سند دونوں میں اس کے فنون پر مہارت کے ساتھ منتہٰی تھے، ساتھ ساتھ تقویٰ، عبادت، سلف کی پیروی، اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کے اَساتذہ میں الشيخ الفقيه نصر بن فتيان بن المنى ، الحافظ أبو طاهر السِّلَفي، الحافظ أبو موسى المديني، أبو الفضل الطوسي، أبو الفتح ابن البطي، وأبو الحسن علي بن رباح الفراء، الشيخ عبد القادر الجيلاني، أبو زرعة المقدسي رحمهم الله جميعاوغیرہ ہیں۔

اور آپکے مشہور شاگردوں میں سے جنہوں نے آپ سے حدیث بیان کی ہے ان میں سے چند یہ ہیں، الشيخ موفق الدين ، الحافظ عز الدين محمد ، الحافظ أبو موسى عبد الله ، الفقيه أبو سليمان ، الحافظ الضياء ، الخطيب سليمان بن رحمة الأسعردي ، البهاء عبد الرحمن ، الشيخ الفقيه محمد اليونيني ، الزين بن عبد الدائم ، أبو الحجاج بن خليل ، التقي اليلداني ، الشهاب القوصي ، عبد العزيز بن عبد الجبار القلانسي ، الواعظ عثمان بن مكي الشارعي ، أحمد بن حامد الأرتاحي ، إسماعيل بن عبد القوي بن عزون اور أبو عيسى عبد الله بن علاق الرزاز - رحمهم الله جميعا۔ وغیرہ۔

آپ نے پچاس سے زائد کتب تصنیف کی ہیں، ان میں سے ایک عمدۃ الاحکام ہے جو دراصل الشیخ والعلامہ نے بعض طلاب العلم کی درخواست پر احکام کی احادیث پر بخاری و مسلم سے منتخب ایک مختصر رسالہ لکھا جس کا نام عمدۃ الاحکام ہے اس میں تقریباً چار سو بیس آحادیث ہیں۔

علم و تقوی کے اس پہاڑ اور نبی ﷺ کی وراثت (علم) کے وارث نے 23 ربیع الاول بروز سوموار 600ھ میں 59 سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالی، اللہ تعالیٰ جنات الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے اور ہمارے والدین، بھائی، عزیز واقارب، اساتذہ، اور تمام مسلمانوں کو بھی جنات الفردوس میں نبی کریم ﷺ کا پڑوس نصیب فرمائے۔ آمین

وصلى الله وسلم ، على نبينا محمد وعلى آله و أصحابه أجمعين.

☆☆☆

اصحاب الحدیث

قال الشَّافِعِي رحمه الله :
"إذا رأيتُ رَجُلاً مِنْ أصحابِ الحديثِ، فكأنّي رأيتُ رجلاً من أصحاب رسول ﷺ جزاهم الله خيرًا، هم حفِظُوا لنا الأصلَ، فلهُم علينا فضلٌ ."

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جب میں اصحاب الحدیث میں سے کوئی آدمی دیکھوں تو گویا میں نے اصحاب رسول میں سے کوئی آدمی دیکھ لیا، اللہ اِن کو جزائے خیر دے، انہوں نے ہمارے لیے اصول محفوظ کیے، پس ان کا ہم پر فضل ہے۔"

(السیر:10/69)

☆☆☆

علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

"جس طرح اللہ تعالی نے انسانی جسم کی حیات کا دار و مدار غذا پر رکھا ہے۔ اسی طرح روح اور دل کی بقاو حیات کا دار و مدار اللہ تعالی کے ذکر، توبہ اور گناہوں کو ترک کرنے میں رکھا ہے۔ عقل مند وہ ہے جو اپنے جسم کو حیات بخش غذاؤں کے ساتھ اپنی روح اور قلب کو بھی اس کی غذا مہیا کرے۔ بصورت دیگر جسم تو باقی رہے گا مگر روح اور قلب مردہ ہو جائیں گے۔"

(مدارج السالکین)

☆☆☆

عبادات

دعا۔۔۔اہمیت، فوائد، شرائط اور آداب

(دوسری اور آخری قسط)

فضیلۃ الشیخ علی بن عبدالرحمٰن الحذیفی حفظہ اللہ

آپ ﷺ نے بدر کے موقع پر دعا کرتے ہوئے بہت ہی الحاح اور اصرار کے ساتھ دعا فرمائی تھی، یہاں تک کہ آپ کی چادر گر گئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو پکڑ کر تسلی دی اور عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے آپ نے کافی اصرار کر لیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے کیا ہوا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔" اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابو بکر! خوش ہو جاؤ، یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو فرشتوں کو ترتیب دے رہے ہیں اور جبرائیل کے اگلے دانتوں پر غبار چڑھی ہوئی، اس سے پہلے کسی بھی نبی کے ساتھ فرشتوں نے لڑائی میں براہِ راست حصہ نہیں لیا، آپ ﷺ کے مقام ومرتبے، اللہ تعالیٰ پر آپ کے کامل اعتماد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مخلص ہونے کی وجہ سے یہ بلند مقام آپ کو دیا گیا۔ حق کے غلبے اور باطل کے مٹانے کی دعا کرنا حقیقت میں اللہ، کتاب اللہ، رسول اللہ اور مسلم حکمرانوں سمیت تمام مسلمانوں کی بھی خیر خواہی ہے، دعا سے بے رغبتی وہی شخص کرتا ہے جو دنیا وآخرت میں اپنا نصیب کھونا چاہتا ہے، نیز اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے اپنی ذمہ داری سے کوتاہی برت رہا ہے، ایک حدیث میں ہے:

"جو شخص مسلمانوں کے معاملات کی پرواہ نہیں کرتا وہ مسلمانوں میں سے نہیں۔" اگر ہم دعا کے مثبت نتائج، اثرات، برکات، خیر وبھلائی جمع کرنے لگیں تو بہت وقت درکار ہو گا، اس لیے جو ہم نے بیان کر دیا ہے وہی کافی ہے۔ دعا کی کچھ شرائط اور آداب ہیں: چنانچہ دعا کی شرائط میں حلال کھانا پینا اور پہننا شامل ہے، جیسے کہ نبی ﷺ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: "سعد! اپنا کھانا پاکیزہ رکھو، تمہاری دعا قبول کی جائے گی۔" اسی طرح دعا کی شرط ہے کہ انسان سنت پر کاربند ہو، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لائے اور ممنوعات سے بچے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

"اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں کہہ دیجیے کہ میں قریب ہی ہوں، جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، لہٰذا انہیں چاہیے کہ میرے احکامات بجا لائیں اور مجھ پر اعتماد رکھیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔" (البقرۃ:186)

اور اسی طرح فرمایا: ﴿وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ﴾

"جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ بھی دیتا ہے۔" (الشوریٰ:26)

لیکن مظلوم کی بد دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، چاہے وہ کافر یا بدعتی ہی کیوں نہ ہو۔

دعا کی یہ بھی شرط ہے کہ اس میں اخلاص، حاضر قلبی، اللہ تعالیٰ کے سامنے الحاح اور سچے دل کے ساتھ التجائیں کی جائیں، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَادْعُوا اللَّـهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

"اللہ کے لیے عبادت خالص کرتے ہوئے اللہ کو ہی پکارو چاہے یہ کافروں کے لیے ناگوار ہو۔" (غافر:14)

اور ایک حدیث میں ہے کہ

"اللہ تعالیٰ کسی ایسے دل سے دعا قبول نہیں فرماتا جو سہو ولہو میں مبتلا ہو۔" اسی طرح یہ بھی دعا کی شرط ہے کہ گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کی جائے اور دعا میں حد سے تجاوز نہ ہو۔ دعا کی قبولیت کے اسباب میں یہ شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خوب حمد وثنا بیان کی جائے اور نبی ﷺ پر درود وسلام پڑھیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا: "یا رسول اللہ! میں تجھ سے اپنی گواہی کا واسطہ دیتے ہوئے سوال کرتا ہوں کہ تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی یکتا اور بے نیاز ہے، اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور اس کا کوئی ہم سر نہیں ہے۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اللہ تعالیٰ کے اس نام سے مانگا ہے جب بھی اس نام سے مانگا جائے تو وہ قبول فرماتا ہے۔"

امام ابو داؤد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے، امام ابن ماجہ، امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ نے سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے اسے بیان کیا ہے اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

"ایک بار رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے تو ایک آدمی داخل ہوا اور نماز پڑھتے ہوئے کہنے لگا: "یا اللہ! مجھے معاف کر دے، مجھ پر رحم فرما۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نماز پڑھنے والے! تم نے جلد بازی سے کام لیا ہے، جب تم نماز پڑھو اور تشہد

میں بیٹھو تو اللہ کی شایانِ شان حمد وثنا بیان کرو اور پھر مجھ پر درود بھیجو، اس کے بعد دعا کرو۔" امام احمد، امام ابو داؤد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے اسے روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن کہا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ "دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے۔" دعا کے آداب اور قبولیت کی شرائط میں یہ بھی شامل ہے کہ قبولیت کے لیے جلد بازی نہ کرے، بلکہ دعا کرتا رہے اور صبر سے کام لے چنانچہ حدیث میں ہے کہ "تمہاری دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک جلد بازی نہ کرے اور کہے: "دعا تو بہت کی لیکن قبول ہی نہیں ہوتی۔"

بخاری و مسلم نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ لہٰذا دائمی طور پر دعا کرتے رہنے سے آخر کار دعا قبول ہو جاتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ "روئے زمین پر کوئی بھی مسلمان اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے وہی عطا کر دیتا ہے یا اس کے بدلے میں کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے بشرطیکہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔" یہ بات سن کر ایک شخص نے کہا: "پھر تو ہم بہت زیادہ دعائیں مانگیں گے!" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تمہیں اس سے بھی زیادہ دے گا۔" ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے، نیز حاکم نے اسے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہوئے یہ بھی اضافہ نقل کیا ہے کہ "یا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو (آخرت کے لیے) ذخیرہ فرما لیتا ہے۔" مسلمان کو قبولیت دعا کے اوقات تلاش کرنے چاہییں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: "کون سی دعا سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رات کے آخری حصے میں اور فرض نمازوں کے آخر میں۔" امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے حسن قرار دیا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ "ہمارا پروردگار رات کی آخری تہائی میں آسمان دنیا تک نازل ہو کر فرماتا ہے: "کوئی دعا کرنے والا ہے، میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی سوال ہے میں اسے عطا کروں، کوئی بخشنے والا ہے میں اسے بخش دوں۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ "اپنے رب کے قریب ترین بندہ سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، اس لیے سجدے میں کثرت سے دعائیں کرو۔" امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کعبہ کو دیکھتے ہوئے، بارش نازل ہوتے وقت، مشکل کے وقت، ختم قرآن کے بعد، صدقہ کے بعد بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ ایسے شخص کی سعادت مندی اور کامیابی کے کیا ہی کہنے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ رہتا ہے، اسی سے دعائیں مانگتا ہے اور اُمید رکھتا ہے، اسی پر توکل وبھروسہ رکھتا ہے اور مدد مانگتا ہے اور وہ شخص کتنا ہی بدبخت اور شرک وکفر میں مبتلا ہے جو مزاروں اور قبر والوں سے مدد مانگے، یا انبیائے کرام علیہم السلام سے مدد مانگے، یا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اولیاء کو پکارے، اپنی حاجت روائی اور فریاد رسی کے لیے فرشتوں اور نبیوں سے درخواست کرے، حالانکہ انبیائے کرام علیہم السلام لوگوں کو یہی دعوت دینے کے لیے آئے تھے، صرف ایک اللہ کو پکارو، عبادت صرف اللہ کی کرو، ہمیں وہی عمل کرنے کی تلقین کی گئی جو اولیاء کرتے تھے نیز ان سے محبت کا حکم بھی دیا گیا ہے، لیکن ان سے دعائیں مانگنا منع ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّـهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّـهِ أَحَدًا﴾

"بے شک مساجد اللہ کے لیے ہیں، اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔" (الجن:18)

اسی طرح اللہ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾

"آپ کہہ دیں کہ میں صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔" (الجن:20)

غائب یا فوت شدگان کوئی بھی دعا کا جواب دینے کی سکت نہیں رکھتے، کیونکہ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے کہ

"اسی کو پکارنا برحق ہے اور جو لوگ اس کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ انہیں کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے۔ انہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف اپنے ہاتھ اس لیے پھیلائے کہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ پانی کبھی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ کافروں کی دعائیں صرف گمراہی میں ہیں۔" (الرعد:14)

اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ "اس شخص سے سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر قیامت تک جواب نہ دینے والوں کو پکارے، بلکہ وہ ان کی پکار سے غافل بھی ہوں۔"

(سورۃ الاحقاف:5)

"اور جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہ ان کے دشمن بن جائیں گے اور وہ (معبود باطلہ) ان کی عبادت کا یکسر انکار کر دیں گے۔"

(الاحقاف:5-6)

اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا: "وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب وماہتاب کو اسی نے مسخر کیا، ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے، یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے، جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔" (فاطر:13)

اگر تم انہیں پکارو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے شریک اس شرک کا صاف انکار کر دیں گے۔ آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔(فاطر:13۔

14) اللہ تعالیٰ نے کسی سے بھی دعا مانگنے کی اجازت نہیں دی، چاہے وہ کتنا ہی مقرب کیوں نہ ہو، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: "مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے، یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔" (المائدہ:72)

اسی طرح فرمایا: "کوئی فرشتوں اور نبیوں کو رب ماننے کا حکم نہیں دے سکتا، کیا وہ تمہیں مسلمان بننے کے بعد کفر کا حکم دینا چاہتا ہے؟" (آل عمران: 80) اور ایک حدیث میں ہے کہ "جو شخص اس حالت میں فوت ہو کہ وہ غیر اللہ کو پکارتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا۔" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مسلمانو! یہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث تمہارے سامنے بیان کر رہی ہیں کہ "دعا عبادت ہی ہے۔" اور دعا صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو دعا میں شریک کرتا ہے، تو وہ شرک اکبر میں ملوث ہے۔ گمراہی اور شرک میں کوئی کسی کی اندھی تقلید اور گمراہ لوگوں کی پیروی سے ہی پیدا ہوا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: "کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا (زقوم) کا درخت۔ جسے ہم نے ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنا دیا۔ بے شک وہ درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔ جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں۔ وہ ان کو کھا کر اپنے پیٹ بھریں گے۔ پھر اس پر گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ پھر انہیں دوزخ کی طرف لوٹنا ہوگا۔ انہوں نے اپنے آباؤ واجداد کو گمراہ ہی پایا۔ تو وہ انہی کے نشانِ قدم پر دوڑتے رہے۔ (الصافات:62-70)

فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ

"اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خفیہ انداز میں پکارو، بے شک وہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ زمین میں خوشحالی کے بعد فساد بپا مت کرو، امید اور خوف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ہی پکارو، بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔" (الاعراف:55-56)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ سب کے لیے قرآن کریم کو خیر و برکت والا بنائے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیات سے مستفید ہونے کی توفیق دے اور ہمیں سید المرسلین ﷺ کی سیرت وٹھوس احکامات پر چلنے کی توفیق دے، میں اپنی بات کو اسی پر ختم کرتے ہوئے اللہ سے اپنے اور تمام مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں، تم بھی اسی سے گناہوں کی بخشش مانگو۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں وہی رحمٰن و رحیم اور عزیز و حکیم ہے، اس کے اچھے نام اور اعلیٰ صفات ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں وہ اکیلا ہے، وہی بلند و بالا ہے، میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے پیارے نبی اور سربراہ ﷺ اس کے بندے اور چنیدہ رسول ہیں، یا اللہ! اپنے بندے و رسول محمد، ان کی آل اور متقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل فرما۔

حمد و صلاۃ کے بعد: تقویٰ الٰہی اختیار کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہارے امور سنوار دے گا اور تمہیں حال و استقبال میں کامیاب ہونے والوں سے بنا دے گا۔

اللہ کے بندو! اللہ کی جانب متوجہ رہو، ہمیشہ صرف اسی سے دعائیں مانگو، کیونکہ اس سے مانگنے والا کبھی نامراد نہیں ہوا، اس سے امید رکھنے والا کبھی محروم نہیں رہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "میں دعا کی قبولیت کے لیے پریشان نہیں ہوتا، بلکہ میں دعا مانگنے کی توفیق ملنے کی تمنا کرتا ہوں، کیونکہ جب مجھے دعا کی توفیق مل گئی تو قبولیت کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے دی ہوئی ہے: "انسان کو ہر وقت نت نئی ضرورت کا سامنا ہوتا ہے بسا اوقات ایک ہی لمحے میں کئی ضروریات ہوتی ہیں، چنانچہ ہر انسان اپنے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ سے خیر مانگے، اسلام کی وجہ سے جن مسلمانوں پر ظلم ڈھایا جا رہا ہے ان کے لیے دعائیں کرے اور اپنے علم کے مطابق بری چیزوں سے پناہ چاہے۔ مانگنے کی سب سے بڑی چیز رضائے الٰہی اور جنت ہے، نیز جہنم اور جہنم کی طرف لے جانے والے اعمال سے پناہ مانگنا سب سے بڑی پناہ مانگنے کی چیزیں ہیں۔ مسلمان کو جس چیز کی بھی ضرورت ہو اللہ تعالیٰ سے الحاح کے ساتھ مانگے، کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی، کریم، حمید اور عظیم سخی ہونے کے ساتھ ساتھ قادر مطلق بھی ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"میرے بندو! اگر ابتدا سے لے کر انتہا تک، جن ہوں یا انسان سب کے سب ایک ہی میدان میں جمع ہو کر مجھ سے مانگنے لگیں تو میں ہر ایک کو اس کی ضرورت بھی دے دوں تو اس سے میرے خزانوں میں اتنی ہی کمی آئے گی جتنی سمندر میں سوئی ڈال کر نکالنے سے آتی ہے۔" امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔" مستحب میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے منقول جامع دعائیں مانگی جائیں، جیسے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرۃ:201)

"ہمارے پروردگار ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

آپ ﷺ عام طور پر یہی دعا کثرت سے فرماتے تھے۔ اسی طرح حدیث نبوی میں ہے کہ "یا اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کے قریب کرنے والے قول و فعل کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے جہنم اور اس کے قریب کرنے والے ہر قول و عمل سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" اور اسی طرح اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی دعا بھی کرے۔

اللہ کے بندو! ﴿إِنَّ اللَّـهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ "یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام پڑھو۔" (الاحزاب:56)

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔" اس لیے سید الاولین والآخرین اور امام المرسلین پر درود و سلام پڑھو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ وسلم تسليما كثيرا

یا اللہ! تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو جا، یا اللہ! تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو جا، یا اللہ! ہدایت یافتہ خلفائے راشدین ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والے تمام لوگوں سے راضی ہو جا، یا اللہ! ان کے ساتھ ساتھ اپنی رحمت و کرم کے صدقے ہم سے بھی راضی ہو جا، یا ارحم الراحمین!

یا اللہ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب فرما، یا اللہ! کفر اور کافروں کو ذلیل و رسوا فرما اور دین کے دشمنوں کو تباہ و برباد فرما، یا رب العالمین! یا اللہ! شرک اور مشرکوں کو ذلیل و رسوا فرما، یا رب العالمین! یا اللہ! دین سے متصادم بدعات کو قیامت تک کے لیے ذلیل و رسوا فرما، یا ذوالجلال والا کرام، یا قوی! یا متین!

یا اللہ! تمام معاملات کا انجام ہمارے لیے بہتر فرما اور ہمیں دنیاوی رسوائی اور اخروی عذاب سے پناہ عطا فرما۔

یا اللہ! ہمیں ہمارے نفسوں اور برے اعمال کے شر سے تحفظ عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں اور ہماری اولاد کو شیطان، شیطانی چیلوں، لشکروں اور اس کے ہمنواؤں سے محفوظ فرما، یا رب العالمین!

یا اللہ! ہم تجھ سے ہر قسم کی خیر کا سوال کرتے ہیں، چاہے وہ فوری ملنے والی ہے یا تاخیر سے، ہمیں اس کے بارے میں علم ہے یا نہیں، اور اسی طرح یا اللہ! ہم ہر قسم کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں چاہے وہ فوری آنے والا ہے یا تاخیر سے، ہمیں اس کے بارے میں علم ہے یا نہیں۔

یا اللہ! ہمیں بارش عطا فرما، یا اللہ! ہمیں بارش عطا فرما، یا اللہ! ہمیں بارش عطا فرما، یا اللہ! یا ارحم الراحمین! دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں رحم کرنے والے! تیرے ہی ہاتھوں میں خیر و بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، یا اللہ! ہمیں فائدہ مند بارش عطا فرما، جو نقصان کی باعث نہ ہو، یا ذوالجلال والا کرام!

یا اللہ! ہماری سرحدوں کی حفاظت فرما، یا اللہ! ہماری سرحدوں کی حفاظت فرما، یا اللہ! ہمارے فوجیوں کی حفاظت فرما، اور ہماری دھرتی کی حفاظت فرما، یا رب العالمین! یا اللہ! ہمارے ملک کی ہمہ قسم کے نقصانات اور شر سے حفاظت فرما، یا رب العالمین!

یا اللہ! ہمیں ہر قسم کے شریر کے شر سے محفوظ فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یا اللہ! خادم حرمین شریفین کو تیری مرضی کے کام کرنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ان کی تمام تر کاوشیں تیری رضا کے لیے مختص فرما اور ان کی ہر اچھے کام پر مدد فرما، یا رب العالمین! یا اللہ! انہیں درست فیصلوں کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! یا رب العالمین! ان کے ذریعے اپنے دین کو غالب فرما، ان کے ذریعے اعلائے کلمۃ اللہ فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یا اللہ! ان کے دونوں نائبوں کو تیری مرضی اور تیری رہنمائی کے مطابق صرف وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جن میں اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ ہو، یا رب العالمین! بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یا اللہ! تمام مسلمان فوت شدگان کی مغفرت فرما، یا اللہ! ان کی قبروں کو منور فرما، ان کی نیکیوں میں اضافہ فرما، ان کے گناہوں سے درگزر فرما۔ یا اللہ! ہمارے تمام امور آسان فرما دے، ہمارے سینوں کو بیماریوں سے پاک فرما دے، اور یا اللہ! اپنی رحمت کے صدقے تمام مسلمان مرد و خواتین اور مومن مرد و خواتین کے معاملات سنوار دے، یا ارحم الراحمین!

یا اللہ! ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرما، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔

اللہ کے بندو!

﴿إِنَّ اللَّـهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ "اللہ تعالیٰ تمہیں عدل واحسان اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور تمہیں فحاشی، برائی اور سرکشی سے روکتا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں وعظ کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔" (النحل:90-91)

عظمت والے اور جلیل القدر پروردگار کو خوب یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو وہ تمہیں اور زیادہ عنایت کرے گا، اللہ تعالیٰ کی یاد بہت بڑی عبادت ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے باخبر ہے۔

☆☆☆

اسلاف کی سنہری باتیں

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہم تک (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) یہ بات پہنچی ہے کہ فرشتے سردیاں آنے پر مومنوں کیلیے خوشی کا اظہار کرتے ہیں: کہ راتیں لمبی ہوں گی تو یہ قیام کریں گے. اور دن چھوٹے ہوں گے تو یہ روزے رکھیں گے۔" (الزھد لابی حاتم: 26/1)

☆☆☆

ممتاز عالم دین اور ماہر علوم حدیث ڈاکٹر شیخ ضیاء الرحمٰن اعظمی جو علمی مرکز مدینہ یونیورسٹی کلیۃ الحدیث کے پرنسپل مسجد نبوی میں مدرس حدیث اور تمام صحیح احادیث کو تحقیق کر کے ایک جگہ جمع کرنے کا تاریخ میں پہلی مرتبہ شرف حاصل کرنے والے ہیں، ان کی شخصیت کے متعلق بہت کم قارئین واقف ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت اور خدمت کا موقع کن کن کو عطا فرماتا ہے۔ یہ دراصل ایک ہندو گھرانہ کے چشم وچراغ تھے، والدین شمالی ہندیوپی کے قصبہ بلیریاگنج، اعظم گڑھ میں مقیم تھے، اسی اعتبار سے وہ اعظمی کہلاتے تھے، ہندو روایات کے مطابق ان کا تعلق ایسے طبقہ سے تھا جو کم تر سمجھے جاتے ہیں اور انہیں تعلیم و ترقی کے باعزت مواقع اونچی ذات والوں کے مقابلہ میں کم حاصل ہیں، اگرچہ دستور ہند اور قانون سب کے لیے یکساں حیثیت دیتا ہے لیکن مقامی روایات اور عادات ان حکومتی قوانین سے بالا تر ہوتی ہیں۔ ایک ایسا شخص جو اس پس منظر سے تعلق رکھتا ہو وہ علم وعزت کی بلندیوں تک کیسے پہنچا، پیدا ایک ہندو گھرانہ میں ہوئے لیکن عالم اسلام کی اہم یونیوسٹی مدینہ منورہ کے کلیۃ الحدیث کے ڈین اور علوم الحدیث کے پروفیسر بنے، مسجد نبوی میں درس حدیث کے لیے کرسی دی گئی اور وفات کے بعد تدفین ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنۃ البقیع میں ہوئی۔ یہ دراصل اسلام کے دامن وسعت کا کمال ہے کہ یہاں شرف اور اعزاز نسل، رنگ اور جغرافیائی تعلق کی بنیاد پر نہیں بلکہ ذاتی اوصاف کے باعث حاصل ہوتا ہے۔ ابو لہب کو زبان، خاندان اور وطن کی اونچی نسبتیں ایمان و عمل کے بغیر کام نہ آسکیں، وہ راندہ دربار نبوی ہوا، لیکن بلال حبشی رنگ ونسل اور جغرافیائی پس ماندگی کے باوجود ایمان و عمل صالح کی بنیاد پر دربار نبوی کے خاص الخاص بلکہ پہلے مؤذن مسجد نبوی اور سید المرسلین ﷺ کے پرنسل سیکرٹری کی حیثیت سے صحابہ کرام میں بھی مقام بلند پر فائز ہو سکے کیونکہ «إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ» اس کا مشاہدہ کسی نہ کسی لحاظ سے آج بھی ہو سکتا ہے، اس کی مثال خود ڈاکٹر اعظمی رحمہ اللہ ہیں:

موصوف کی تلاش حق کی داستان بڑی طویل اور نہایت کھٹن ہے ، بچپن سے مطالعہ کا شوق تھا، میٹرک تک علاقہ کے اسکول میں تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی مذہبی کتب بھی پڑھتے رہتے، پھر انٹر کے لیے گاؤں سے باہر اعظم گڑھ کے شبلی کالج میں داخلہ لیا، یہاں انہیں مختلف طلبہ اور لوگوں سے میل جول کے زیادہ مواقع میسر آئے۔ وہ وقتاً فوقتاً مذہبی حوالہ سے بات چیت کرتے، یہاں تفصیلات کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے تلاش حق کی جستجو دیکھ کر ان کے ہی محلہ کے ایک صاحب خیر حکیم صاحب نے مولانا ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کا ایک مختصر کتابچہ ”دین حق“ مترجم ہندی ان کے ہاتھ میں تھما دیا، ڈاکٹر اعظمی نے اس کتابچہ کا مطالعہ شروع کیا تو ابتداء ہی میں سورۃ آل عمران کی آیت ﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّـهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران:19) ان کی زندگی کا ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ اس آیت کا ترجمہ پڑھتے ہی میرے اندر ایک ہلچل سی پیدا ہو گئی کہ یہ کیا بات ہے کہ اللہ کے ہاں قابل قبول دین صرف اسلام ہے۔ ہندو مذہب کیوں نہیں! ہندو مذہب کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے انہوں نے ہندو پنڈتوں اور رہنماؤں سے رجوع کیا اور اپنے اندر پیدا ہونے والی بے چینی اور شبہات کی تشفی چاہی لیکن

مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی

ہندو رہنما انہیں مطمئن نہ کر سکے اس کے برعکس اس نوجوان کو نصیحت کرتے کہ کیا اور کیوں کی بحث میں گئے بغیر جو کچھ ہم کہیں اور بتائیں تم اپنے خاندانی طور طریقے کے مطابق عمل کرتے رہو، لیکن ان رہنماؤں کی بے بسی اور اندھی عقیدت و تقلید پر زور انہیں ہندو دھرم سے متنفر کر رہا تھا کہ یہ عجیب مذہب ہے کوئی ایک خدا کو مانے، دس کو مانے یا سو کی پوجا کرے یا سرے سے کسی کو بھی نہ مانے وہ سب کے سب ہندو کہلا سکتے ہیں۔ دوسری طرف ان کے مسائل کا حل اسلام میں دکھائی دے رہا تھا، یوں رفتہ رفتہ اسلام کی صداقت ان کے دل میں گھر کر گئی مگر اس کا اظہار بہت بڑی قیمت چاہتا تھا، اس کے لیے غیر معمولی جرأت اور حوصلہ کی ضرورت تھی، قبول اسلام کے بعد پہلے تو چھپ چھپا کر نمازیں پڑھتے رہے لیکن بالآخر تعاقب کرنے والوں کی نظروں میں آ ہی گئے، والدین کے لیے یہ ناقابل برداشت صدمہ تھا، پہلے تو باپ نے سمجھا کسی جن یا آسیب کا سایہ ہے، لہٰذا ہندو عاملوں اور جھاڑ پھونک کرنے والوں کی مدد حاصل کی گئی لیکن جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ یہ جنات کا نہیں اندر سے اٹھنے والا طوفان ہے بلکہ صورتحال نہایت نازک ہو گئی، شدید خطرہ تھا کہ ان پر جان لیوا حملہ ہو جائے، بھلا ہو مقامی ہمدرد مسلمانوں کا انہوں نے اس نزاکت کا بروقت اندازہ لگا کر ان

کے لیے ایک دوسرے شہر میں رہائش کا بندوبست کر کے بھیج دیا وہاں وہ امام الدین کہلاتے تھے، لیکن جلد ہی وہاں بھی خطرہ کے بادل منڈلانے لگے، وہاں خیر خواہوں نے طے کیا کہ کسی دور دراز علاقہ میں یہی ان کی سلامتی اور عافیت ممکن ہے، لہٰذا جنوبی ہند کی مشہور درسگاہ جامعہ دار السلام عمر آباد جو ان کے آبائی وطن سے تقریباً چودہ سو کلو میٹر دور ٹملناڈو میں واقع ہے وہاں بھیج دیا جائے، یہ معیاری درسگاہ 1924ء میں قائم ہوئی، شروع میں برصغیر کی نامی گرامی شخصیات یہاں مسند تدریس پر جلوہ افروز تھیں، مشہور عالم دین مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ شیخ الحدیث تھے، عمر آباد کا یہ سفر ڈاکٹر اعظمی کے لیے راحت اور ترقی کا ذریعہ ثابت ہوا، وہ تلخ یادیں اور کٹھن دن پیچھے چھوڑ کر نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ یہاں پہنچے تھے، انہیں یہاں دوسرا نام ضیاء الرحمٰن دیا گیا: اس علاقہ کی بود وباش اور زبان کی مشکلات کے باوجود یہاں جان کا خطرہ نہیں تھا۔ جب وہ یہاں آئے عربی اور اردو زبان سے ناواقف تھے جبکہ جامعہ میں داخلہ کے لیے یہ ضروری شرط تھی لیکن منتظمین اور اساتذہ نے خصوصی ہمدردی کرتے ہوئے جامعہ کے دامن میں پناہ دے دی اور بعض اساتذہ نے اپنی مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر پڑھانے کی ذمہ داری لی۔

شیخ التفسیر مولانا سید عبد الکبیر رحمہ اللہ عشاء کے بعد الگ سے پڑھایا کرتے اور مولانا ابو البیان حماد عمری حفظہ اللہ نے تہجد کا وقت ان کے لیے مخصوص کر دیا، اندھیری راتوں میں چراغ جلا کر اپنے آرام کے وقت کسی نووارد، غریب الدیار طالب علم کو پڑھانا، اسے اخلاص کے کس درجہ پر رکھا جائے گا! یاد رہے کہ عمر آباد میں اس وقت بجلی کا انتظام نہیں تھا۔ شیخ اعظمی نے بھی پورے شوق اور یکسوئی سے محنت کی اور آٹھ سالہ درس نظامی کا نصاب چھ سال میں مکمل کر کے نیک نامی کے ساتھ فضیلت کی سند حاصل کی۔

یہاں سے فراغت کے بعد منتظمین جامعہ کے مشورہ سے استاذ الاساتذہ مولانا حفیظ الرحمٰن اعظمی جن کا شمار مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہونے والی پہلی بیچ میں ہوتا ہے ان کی خصوصی کوشش سے ڈاکٹر اعظمی کا داخلہ مدینہ منورہ میں ہوگیا اس وقت ہندو پاک کے طلبہ کے داخلے محدود ہوا کرتے، یہاں ڈاکٹر اعظمی نے 4 سال میں گریجویشن مکمل کر لی، پھر مکہ مکرمہ سے حدیث میں ایم اے کیا، آپ کا تحقیقی مقالہ مشہور راوی حدیث صحابی جلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کی مرویات پر تحقیق تھا، ڈاکٹر صاحب نے اس وقت اس موضوع پر قلم اٹھایا جب اس راہ کی دشواریاں سخت اور مواد کم تھا، مستشرقین اور منکرین حدیث کا بڑا نشانہ اسی صحابی جلیل کی ذات کے اطراف گھومتا ہے کہ سب سے بڑے راوی حدیث مشرف باسلام ہونے والے متاخرین صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، انہیں صحبت نبوی ﷺ میں رہنے کا صرف ساڑھے تین برس کا قلیل عرصہ ملا اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اس مختصر عرصہ کی صحبت کے باوجود متقدمین اور کبار صحابہ کے مقابلہ میں زیادہ احادیث نقل کریں۔ ڈاکٹر صاحب نے اسی اعتراض کا بنیادی طور پر ایسا منطقی اور اصولی جواب دیا کہ اس مقالہ کو عالم اسلام نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اہل علم نے خوب سراہا۔ پھر بعد میں اس موضوع پر متعدد کتابیں شائع ہوئیں لیکن 'الفضل للمتقدم' پھر جامع ازہر سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، وہاں مقالہ کا عنوان تھا، 'عہدِ نبوی ﷺ کے فیصلے' جس کے تراجم مختلف زبانوں میں ہوئے، پاکستان سے کئی اردو ایڈیشن شائع ہوئے پھر وہ مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوئے۔

جامعہ دار السلام میں ہماری طالب علمی کے دوران جن فارغین کے ناموں کا عام تذکرہ تھا ان میں شیخ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ کا اسم گرامی نمایاں تھا، مختلف وجوہات سے، ان کے قبول اسلام کا پس منظر اور اس راہ میں پیش آمدہ مشکلات پر ثابت قدمی، عمر آباد میں حصول علم کے لیے جانفشانی اور لگن، صحابی جلیل سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ پر ان کا تحقیقی مقالہ اور رابطہ عالم اسلامی جیسی باوقار تنظیم کے اعلیٰ عہدہ پر ان کی تقرری وغیرہ، اس لیے ان سے ملاقات کا شدید اشتیاق تھا۔ ہماری فراغت سے کچھ پہلے موصوف کی آمد کی اطلاع ملی، دار السلام سے فراغت کے کئی سالوں بعد تعلیمی مراحل مکمل کر کے وہ پہلی بار تشریف لا رہے تھے، یہاں حالت یہ تھی کہ

بام و در چمکتے ہیں راہ میں اجالا ہے
آج میرے گھر جانے کون آنے والا ہے

ان کا شاندار استقبال ہوا، ان کے اعزاز میں ایک نشست رکھی گئی جس میں اساتذہ، منتظمین، مہمان اور طلبہ سب ہی شامل تھے، پھر طلبہ کے لیے ایک نشست علیحدہ سے مختص کی گئی، تاکہ طلبہ ان کے ساتھ اطمینان سے گفتگو کر سکیں، اس کا طلبہ کو بہت فائدہ ہوا۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے رابطہ کا جامع تعارف بھی کروایا، کچھ اہم کتابوں کے مطالعہ کی نشاندہی بھی کی، ہم طلبہ نہایت عقیدت ومحبت سے ان کی گفتگو سنتے رہے۔

ہماری ان سے دوسری ملاقات رابطہ ہی کے دفتر مکہ مکرمہ میں ہوئی، نووارد عمری طلبہ جن کا 1978ء میں مدینہ یونیورسٹی داخلہ ہوا تھا، داخلہ کی کارروائی مکمل کرنے کے بعد اولین فرصت میں عمرہ کی سعادت سے فیض یاب ہونے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، اس سفر میں عمرہ کے علاوہ ذیلی پروگرام ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ملاقات کا بھی تھا، عمرہ سے فارغ ہو کر رابطہ کے دفتر پہنچے جو اس وقت قدیم عمارت میں تھا، موصوف نے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کی، اساتذہ کی خیریت دریافت کی، ہمیں کچھ تعلیمی مشورے اور نصیحتیں کر کے رخصت کرتے ہوئے رابطہ میں کتابوں کے اسٹاک روم کے نگران امین مستودع الکتب کے نام ایک پرچی دی۔ جس میں ہدایت جاری کی گئی تھی کہ ہم

طلبہ کے لیے مفید کتابیں دی جائیں، یہ ہمارے لیے کتابوں کا پہلا قیمتی تحفہ تھا، اس پرچی سے رابطہ میں شیخ کی پوزیشن کا اندازہ ہوا، اگرچہ کہ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے لیے جب ہمیں ایک وسیع ایرکنڈیشن کمرہ میں بٹھایا گیا تھا جس میں ترتیب سے لگی آرام کردہ کرسیاں، دبیز قالین دیواروں پر آویزاں قیمتی پردے اور ان کے لیے مرکزی کرسی اور سامنے عمدہ میز، ہم عمر آباد سے آنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے کے لیے یہ منظر خود کافی تھا ﴿ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّـهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ﴾

پھر شیخ محترم نے رابطہ عالم اسلامی کا اونچا منصب اور اعلیٰ عہدہ چھوڑ کر تعلیمی لائن کو مستقل طور پر اپنانے کا فیصلہ کیا، اس کے لیے ان کی نظر انتخاب مدینہ یونیورسٹی پر ہی پڑی، جب آپ تقرری سے متعلق ضابطہ کی کاروائی مکمل کرنے کے لیے مدینہ منورہ تشریف لائے اور چند دن قیام کیا۔ اس وقت جامعہ کے وائس چانسلر مشہور عالم دین شیخ عبد المحسن بن حمد العباد حفظہ اللہ تھے، ڈاکٹر صاحب کا تقرر بطور استاذ مساعد اسٹنٹ پروفیسر کلیۃ الحدیث کے لیے ہوا اور بہت ہی مختصر عرصہ میں یہاں بھی ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے آپ نے پروفیسر شپ حاصل کرلی اور پھر اسی کلیہ کے ڈین بن گئے، یونیورسٹی کی دنیا میں یہ دونوں بہت پر وقار منصب شمار ہوتے ہیں، کیونکہ بیشتر مدرسین ریٹائرمنٹ تک پروفیسر کا رتبہ نہیں پاسکتے۔

یہ منصب بلند ملا جس کو مل گیا

پروفیسر کو جو خصوصی سہولتیں حاصل ہوتی ہیں وہ سب آپ کو حاصل تھیں لیکن ان سہولتوں کو آپ نے ریسرچ اور تحقیق کے لیے استعمال کیا۔ شیخ محترم نے جب باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا، میں اس وقت اسی کلیہ کے دوسرے سال میں زیر تعلیم تھا، شیخ کے ذمہ زیادہ تر پہلے سال کے مضامین تھے، یوں ہم اسی کلیہ میں ہونے کے باوجود باقاعدہ کوئی مضمون تو ان سے نہیں پڑھ سکے البتہ مختلف اضافی گھنٹیوں میں وہ آتے اور لیکچر دیتے رہے، جب تیسرے اور چوتھے سال کے انہیں اسباق دیے گئے ہم فارغ ہو چکے تھے، مختلف ممالک خصوصاً افریقی طلبہ ان سے بہت مانوس تھے، ویسے یہ شیخ کی شخصیت کا کمال تھا کہ مختلف طلبہ کو یہ گمان ہوتا کہ شیخ کی توجہ اور ہمدردی ہمارے ساتھ زیادہ ہے۔ طلبہ اور اساتذہ کے درمیان انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا، پی ایچ ڈی کے مناقشہ میں آپ کا نام ہوتا تو طالب علم زیادہ چوکنا ہو جاتا کیونکہ ہائر ایجوکیشن کے طلبہ میں یہ بات مشہور تھی کہ ڈاکٹر ضیاء حوالہ جات کی بھی تحقیق کرتے ہیں کہ واقعی طالب علم نے مراجع سے استفادہ کیا ہے یا اصل کی طرف رجوع کیے بغیر کسی اور جگہ سے نقل کیا ہے کیونکہ بعض مقالہ نگاروں کی یہ روش ہے کہ حوالہ جات بڑے اور مشہور مصادر کے دیں گے مگر براہ راست مطالعہ کے بغیر کسی ذیلی کتاب سے نقل کر کے اور بعض مضمون نگار کئی کئی صفحات نقل کرتے ہیں لیکن حوالہ کے بغیر جیسے یہ ان کی اپنی کاوش کا نتیجہ ہے۔

مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد میں برمنگھم پہنچا، تین سال بعد ڈاکٹر صاحب نے برطانیہ کا دورہ کیا، ان کا زیادہ وقت لندن میں گزرا، اس وقت احادیث کو کمپیوٹرائز کرنے کا ابتدائی کام یہاں چل رہا تھا، اگرچہ اس کا آغاز ڈاکٹر مصطفی اعظمی رحمہ اللہ نے ریاض میں کیا تھا لیکن بوجوہ پروگرام کے مطابق کام آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔

بہر حال اس دورہ میں ڈاکٹر صاحب دو دن ہمارے ساتھ برمنگھم میں رہے، اس دوران مختلف مقامات کی سیر اور متنوع موضوعات پر سیر حاصل گفتگو ہوتی رہی، اس وقت ان کی توجہ "المدخل للبیہقی" کو مکمل کرنے پر مرکوز تھی۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت یونیورسٹی سے جو تدریسی چھٹی ملی ہے اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ آپ تدریسی ذمہ داریوں سے کچھ مدت کے لیے فارغ ہو کر یکسوئی کے ساتھ اپنی مرضی اور ذوق کے مطابق ریسرچ کر سکیں۔ لہٰذا میں بیہقی کا کام جلد مکمل کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے کرلیا۔ پھر میری موصوف کے ساتھ تقریباً سالانہ ملاقات ہوتی رہی، ہر ملاقات میں تمہیدی گفتگو کے بعد علمی اور دعوتی امور پر ہی بات چیت رہتی اور مجھے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا۔ ڈاکٹر صاحب کے خیال کے مطابق دعوتی کام میں تیزی اور استحکام پیدا کرنے کے لیے بنیادی مقصد اور اہداف پر توجہ زیادہ دینی چاہیے، جماعتی تعصب اور غیر ضروری تنظیمی پرچار کو وہ زیادہ درست نہیں سمجھتے کیونکہ اس سے اصل مقصد کے بجائے ذیلی امور اہمیت اختیار کر جاتے ہیں اور وسائل ضائع ہوتے ہیں، بعض جماعتوں میں اساسیات دین کو جس انداز سے نظر انداز کیا جاتا ہے یا بعض میں فقہی مسائل کو ہی سب کچھ سمجھ لیا گیا ہے اس کے برخلاف مختلف وفود کے ساتھ ملاقاتوں میں وہ کیا کرتے تھے۔ نیز اردو زبان کو اپنی دعوتی اور نشریاتی سرگرمیوں کا محور بنانے کے وہ زیادہ حق میں نہیں تھے بلکہ داعیان دین کو علاقائی یا بین الاقوامی زبانوں میں درست لٹریچر کو عام کرنے پر زور دیتے۔

میدان دعوت وتبلیغ میں سرگرم کارکنان اور خطباء کو ہمیشہ ان کا مشورہ ہوتا کہ فتویٰ دینے سے حتی الامکان پرہیز کریں۔ معتبر علماء جو فتویٰ کی نزاکتوں اور زمانہ کے تقاضوں سے واقف ہیں، ان ہی کو فتویٰ دینا چاہیے۔

دوران حج پیش آنے والی بعض پریشانیوں کے متعلق جن سے وہ خود واقف تھے اور ان پریشانیوں کے حل کی جن تجاویز پر علمی اور فقہی گفتگو ہوتی، اگرچہ ان کی اپنی بھی ایک رائے ہوتی لیکن ساتھ ہی کہدیا کرتے کہ یہ میری رائے، مناسب ہے کہ یہ آراء مفتی مملکت کے سامنے رکھی جائیں اور ان کی جانب سے فتویٰ صادر ہو،

اس طرح فتویٰ میں انتشار بھی نہیں ہو گا اور اس کا ایک وقار بھی باقی رہے گا اور الحمد للہ مختلف مناسبتوں میں یہ کوششیں بھی ہوئیں، فتویٰ میں عدم عجلت اور ذمہ داران کی طرف رجوع کرنے کی تاکید کا ہم نے مدینہ یونیورسٹی میں بار ہا مشاہدہ کیا، حالانکہ نامی گرامی علماء اور قد آور شخصیات ہوتیں مگر احتیاط سے جواب دیتے ہوئے عموماً کہتے الله أعلم، أسأل المفتي، آپ مفتی صاحب سے پوچھ لیجیے، لا أفتي هذا رأيي، میں فتویٰ نہیں دے رہا ہوں یہ صرف میری رائے ہے۔ وغیرہ وغیرہ کے جملے ہم ہندو پاک کے طلبہ کے لیے عجیب سے لگتے کیونکہ ہمارے ماحول میں تو سوال ختم ہوتے ہی جواب دینے کی عادت ہوتی ہے، بلکہ بسا اوقات سوال سمجھے بغیر بھی جواب دینے کو مہارت سمجھا جاتا ہے اور یہاں علماء کبار کی احتیاط کا یہ عالم کہ بعض اوقات عام سے مسائل میں بھی جواب دینے میں توقف کرتے، بلاشک وشبہ اس اسلوب سے فتویٰ کا وقار اور نظم باقی رہتا ہے اور یہی مشہور ائمہ کرام کا وطیرہ رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب عہدہ اور منصب عالیہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد حالانکہ مدت ملازمت میں تمدید کا آپ ک اختیار تھا بلکہ یونیورسٹی کو ضرورت بھی تھی

ممکن نہیں کہ ان سے جامعہ ہو بے نیاز
وہ تھے جامعہ میں گوہر نایاب کی طرح

لیکن آپ نے اپنی حدیث کی کتاب "الجامع الکامل فی الحدیث الصحیح الشامل" کی تیاری کا منصوبہ بنایا ہوا تھا، اسی میں جُٹ گئے، ایک مجلس میں ان کی زبانی میں نے سنا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے مجھے قبول اسلام کی توفیق خدمت حدیث کے لیے ہی دی ہو، میں زندگی کا مزید وقت کسی دوسری مصروفیات کی نذر نہیں کرنا چاہتا، صرف ڈاکٹریٹ کے مناقشہ وغیرہ میں انہیں یونیورسٹی کی طرف سے مدعو کیا جاتا رہا لیکن کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے اس سے بھی معذرت کرلی کیونکہ مقالہ پڑھنے اور مناقشہ کی تیاری کرنے میں وقت لگتا ہے، سوائے خاص مقالہ جات جن پر مناقشہ کے لیے یونیورسٹی کی شدید مجبوری ہوتی کیونکہ بعض مضامین میں قابل پروفیسرز کی قلت تھی، باقی تمام سے آپ نے معذرت کر لی اور یہی وجہ ہے کہ مختلف عوامی اجتماعات اور کانفرنسوں میں شرکت سے بھی بچا کرتے، صرف مسجد نبوی کا سلسلہ درس حدیث کو آپ نے آخر تک جاری رکھا، شاید موضوع اور مکان سے انسیت اور محبت کا تقاضا تھا۔

حدیث اور علوم حدیث پر متعدد وقیع کتابوں کے علاوہ قرآنی پرنٹنگ پریس مدینہ منورہ سے ہندی زبان میں طبع ہونے والے قرآن مجید کی تیاری مں ڈاکٹر اعظمی کا نمایاں حصہ ہے۔

انڈیا کی مرکزی سرکاری زبان ہندی میں کمی محسوس کی جارہی تھی، ڈاکٹر صاحب نے اس مسئلہ میں ذاتی دلچسپی لی اور شمالی ہند مئو کی مشہور علمی شخصیت مولانا عزیز الحق عمری کے حوالہ یہ ذمہ داری اس طرح سونپی کہ ترجمہ کی براہ راست نگرانی شیخ موصوف خود کر رہے تھے اور اس منصوبہ کا خاکہ انہوں نے ہی ترتیب دیا۔ دراصل شیخ کی خواہش تھی کہ قرآن مجید کے ترجمہ اور مطالب بیان کرتے ہوئے روح قرآن کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ذاتی نظریات اور رجحانات کو اس میں داخل نہیں کرنا چاہیے۔ قطع نظر اس بات سے کہ وہ کتنے درست اور صحیح ہیں، کیونکہ یہ آپ کے اپنے خیالات ہیں، اسی اصول کے مطابق ہندی ترجمہ اور حواشی مکمل کیے گئے اور ہزاروں کی تعداد میں مجمع کی جانب سے تقسیم کیے گئے۔ الحمد للہ

ڈاکٹر صاحب کی آخری کتاب سیرت ہی سے متعلق ہے جو کہ محدثین کے اسلوب پر تیار کی گئی۔ سیرت نگاری کا یہ اسلوب تقریباً 9 سو برس میں اپنی نوعیت کی پہلی کاوش ہے۔ اگرچہ سیرت پر ہزاروں کتابیں لکھی گئیں لیکن مؤرخین کے طرز پر، اس کتاب میں مصنف کے بقول دو ابواب کا اضافہ کر کے اس کی اہمیت کو دوچند کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کی مختلف موقعوں پر کی گئیں پیشین گوئیاں اور واقعاتی دنیا میں ان کی صداقت اور تحلیلی جائزہ، مختلف غیر اسلامی مصادر میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے تذکرے۔

موصوف کے ساتھ آخری ملاقات میں خود انہوں نے اپنی آخری کتاب کا تعارف کروایا، مجلس میں موجود بعض احباب نے یہ گفتگو ریکارڈ بھی کر لی، لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ثابت ہو گی۔

ایک کتاب جو مکمل نہ ہو سکی

سیرت کے ہی موضوع پر ایک کتاب اچھوتے اسلوب میں غیر مسلموں اور نو مسلموں کے لیے لکھنا چاہتے تھے۔ مذہبی ہندو اپنی مقدس کتاب کا یومیہ پارٹ کرتے ہیں جبکہ اس میں دیومالائی کہانیاں اور بے سروپا حکایات ہوتی ہیں، اس کے مقابلہ میں ان کے لیے خصوصاً سیرت کے سوا ایسے واقعات جو بہت مؤثر ہو سکتے ہیں، وہ اس ترتیب سے لکھنا چاہتے تھے کہ روزانہ ایک واقعہ کا مطالعہ کیا جاسکے، اس کا تذکرہ ڈاکٹر صاحب نے تقریباً تین سال قبل اپنے گھر کی ایک خصوصی مجلس میں کیا تھا، جس میں حج کے لیے آنے والے ہندوستانی نو مسلموں کے ساتھ بیٹھک تھی لیکن یہ کام الحدیث الکامل کی تکمیل کے بعد کرنے والے تھے، اس کے ایک سال بعد میں ایک پروگرام میں شرکت کے لیے کلکتہ گیا، وہی نو مسلم بھائی جن کے افراد خاندان ابھی تک روشنی ہدایت سے محروم ہیں، بلکہ ان کی سگی بہن ایک ماہر ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ کسی ہندو دھرم شالے کے لیے خود کو وقف کر رکھا ہے، انہوں نے پروگرام کے بعد ملاقات کر کے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ مدینہ منورہ میں ہونے والی بات یاد دلائی کہ اس کتاب کا بے چینی سے انتظار ہے، ان کی تڑپ اور انتظار کی خبر میں

نے اگست 2019ء کی ملاقات میں ڈاکٹر صاحب کو پہنچادی۔ انہوں نے اپنی کتاب الحدیث الصحیحہ کے دوسرے ایڈیشن کی مصروفیت کا عذر پیش کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ آپ نے توجہ دلائی ہے اس پر کام شروع کر دوں گا۔ حدیث کی کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری ڈاکٹر صاحب کے لیے بہت اہم تھی کہ پہلے ایڈیشن کے بعد جو مکتبہ دار السلام ریاض سے شائع ہوا۔ مختلف اہل علم کی آراء اور تجاویز اور خود ان کی اپنی نظر ثانی کے بعد مزید تنقیح اور ضروری اضافوں کے ساتھ دوسرا ایڈیشن تیار ہو رہا تھا تب ہی تو تیرہ جلدوں سے تجاوز کر کے انیس جلدوں میں دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ تمام صحیح احادیث کو مکمل تحقیق کے ساتھ ایک جگہ جمع کرنے کا شرف انہیں حاصل ہوا۔

لیکن سال رواں میری ملاقات نہ ہو سکی، کورونا وائرس کی وبا کی وجہ سے ہر ایک محصور ہو کر رہ گیا، بالآخر عرفہ کے دن ان سے ملاقات کے بجائے ان کے جنازہ کا دیدار ہوا، اس کے ساتھ ہی اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے اب کسی اور ضیاء الرحمٰن کی آمد کا شاید انتظار کرنا پڑے۔ وَمَاذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْز

اس آخری ملاقات میں انہوں نے مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے نہایت فراخدلی کے ساتھ اپنی تمام تصنیفات کو شائع کرنے ترجمہ کرنے اور اس کو پھیلانے کی عام اجازت اس طرح دی کہ اسے توفیق خاص کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے کہ سفر آخرت پر روانگی سے قبل زاد سفر اور ذخیرہ آخرت انہوں نے بھیج دیا، انہوں نے کہا کہ میرا مقصد علم صحیح کو دنیا میں عام کرنا ہے جو بھی اس کار خیر میں حصہ لینا چاہتا ہو، آگے بڑھے، اسے کسی مزید اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، ان کی اس گفتگو کو شریک مجلس برادر محترم مجیب دوستے نے ریکارڈ میں بھی محفوظ کر کے عام کر دیا۔

ان کے کام کی قبولیت کی نشانی اور وفات کے حسن خاتمہ کی علامت کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔ والله أعلم

کہ باعث شہرت حدیث کی خدمت آخری کتاب سیرت اور آخری آرامگاہ صاحب سیرت کے جوار میں ہزاروں جانثار صحابہ کے پہلو جنت البقیع میں موت یوم عرفہ جو جہنم سے آزدی کا دن ہے۔

اللّٰهُمَّ اغفرله وارحمه

الحمد للہ ڈاکٹر صاحب کو ایک ایسی عالمی اسلامی یونیورسٹی جس میں تقریباً ایک سو ممالک کے طلبہ زیر تعلیم ہوتے ہیں، پچیس سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔ موصوف کے متعدد ممالک میں پھیلے ہوئے ہزاروں شاگرد اور ان کی مختلف تصانیف فرمان نبوی ﷺ کے بمصداق أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ان کے لیے ان شاء اللہ صداقہ جاریہ ثابت ہوں گی۔

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

☆☆☆

غم کیسے کافور ہو گا

رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا:

”جسے غم گھیر لے اسے چاہئے کہ کثرت سے کہے:

« لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ »

(السلسلۃ الصحیحہ:199)

امام ابن جب رحمۃ اللہ علیہ نے «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ» کے معانی میں لکھا ہے:

”جس نے صدق دل سے یہ کلمہ کہا تو وہ ایک حال (حالت) سے دوسرے حال ضرور منتقل ہو گا۔ حالت کی اس تبدیلی پر اللہ کے سوا کون قادر ہے۔“

(جامع العلوم والحکم:362)

☆☆☆

کرونا وائرس نے چند دنوں کے اندر پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ جدید ٹیکنالوجی، وسیع انتظامات، میڈیکل سائنس کی ترقی سب ناکام ہوگئے اور "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق اکثر ممالک میں حالات بدتر ہوتے چلے گئے۔ یورپ کے اندر رہنے والے مسلمانوں کیلئے یہ ایک چیلنج تھا کیونکہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے جہاں مساجد بند ہوئیں اور خصوصاً ایسے حالات میں جب رمضان بالکل قریب تھا ایک عجیب کیفیت کا عالم تھا اچانک مساجد بند ہونے سے مسلمانوں کو ذہنی طور پر روحانی اور جسمانی تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ کرونا وائرس میں مبتلا ہونے والے افراد کی خبروں نے لوگوں کو ایک اَن دیکھے خوف میں مبتلا کر دیا۔ لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا ایمان ہے کہ رب العالمین کے فیصلے انسانیت کو جھنجوڑنے کیلئے ہوتے ہیں، تکلیف کے بعد آسانی، اور بیماری و عسرت یا آسانیوں میں رب سے تعلق کو مضبوط بنانے کیلئے یہ مواقع ہوتے ہیں کہ انسان اپنے رب کی طرف واپس لوٹ آئے اور سمجھ لے اس کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ ایسے مشکل حالات میں خصوصاً مسلمان سمجھ لیتا ہے جس کا تذکرہ حدیث مبارکہ میں ایسے ہوتا ہے:

«وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَ أَنَّ الفَرجَ مَعَ الكَرْبِ وَ أَنَّ مَعَ العُسْرِ يُسْراً» "جان لو کہ مدد صبر کے ساتھ ہے، یقیناً ہر پریشانی کے ساتھ خوشحالی ضرور ہے۔ یقیناً ہر تنگی کے ساتھ آسانی ضرور ہے۔" (جامع ترمذی:2516)

لاک ڈاؤن کے اس عرصہ میں امت مسلمہ کے اندر مساجد خصوصاً بیت اللہ میں معتمرین کی بندش سے دکھ محسوس کیا گیا، لیکن نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی قدر بھی سامنے آتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں میں سے کسی شخص کو بھی اس کے جسم میں کوئی آزمائش آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان محافظ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں کہ میرے بندے کیلئے اس طرح عمل لکھ دو جس طرح وہ اس وقت عمل کرتا تھا جب وہ تندرست تھا جب تک وہ میری گرفت میں رہے۔" (مسند احمد:6825)

☆لاک ڈاؤن میں تعلق باللہ کے عظیم مناظر دیکھنے کو ملے، قریباً ہر مسلمان پے در پے اموات، بیماری، اور وائرس کے انجانے خوف سے اس احساس سے مبتلا ہوا کہ جس طرح میرے ارد گرد یہ حالات ہیں شاید کہیں یہ مصیبت مجھے نہ گھیر لے، دعاؤں کی کثرت، نماز کی پابندی سے رب سے تعلق مضبوط ہونا شروع ہوا، اور الحمدللہ یہ ایک بڑی تبدیلی تھی جو بلا مبالغہ ہزارہا افراد میں دیکھنے کو مل رہی ہے۔

☆سب سے بڑا مسئلہ نماز باجماعت کی ادائیگی تھی لیکن لاک ڈاؤن کے دوران لوگوں نے گھروں کے اندر جماعت کرانا شروع کر دی اور کئی گھروں میں دو تین فیمیلیز اکٹھی ہو کر نماز جمعہ کا بھی اہتمام کر رہی ہیں، کئی ہمارے طلبہ گھروں میں خطبہ جمعہ کا فریضہ بھی انجام دینے لگے اور ماشاء اللہ مسلسل پریکٹس سے ان میں کئی ایک خطیب بن چکے ہیں۔

☆رمضان المبارک میں یورپی مسلمانوں کیلئے سب سے بڑا دکھ اور تکلیف دہ بات نماز تراویح سے دوری تھی۔ رمضان المبارک میں مساجد کی رونق، عبادات، سحر و افطار کی رونقیں اپنے عروج پر ہوتی تھیں۔ لاک ڈاؤن میں مساجد بند ہوئیں تو اہل اسلام نے گھروں کو مساجد بنا لیا تقریباً اکثر گھروں میں نماز تراویح کی جماعت ہو رہی تھی۔ حفظ کے طلبہ اور حفاظ کرام اپنی فیمیلیز کو نماز تراویح میں امامت کروا رہے ہیں۔ جس ایریا میں ایک مسجد بند ہوئی وہاں قریباً ہر سٹریٹ میں نماز تراویح باجماعت ہو رہی ہے، جس میں گھر کے تمام لوگ شریک ہیں۔

☆رمضان المبارک میں جہاں روزوں کی ادائیگی کے ساتھ دوسری عبادات ہو رہی ہیں رمضان گزرنے کے بعد ایک بہترین عمل یہ دیکھنے میں آیا کہ بہت سارے احباب نے شوال کے روزے بھی رکھے تو ان کے ہمراہ ان کے بچوں نے بھی شوال کے روزے رکھے۔ یہ ایک ایسی لہر تھی کہ جس کا کبھی تصور ہی کر سکتے تھے۔

☆سب سے اہم مسئلہ طلبہ وطالبات کی تعلیم کا تھا، جہاں دیگر تعلیمی اداروں نے اپنے طلبہ کیلئے آن لائن کلاسز شروع کیں وہاں مساجد و مدارس نے بھی آن لائن کلاسز کا اہتمام کیا، اور اس کے فوائد دور رس ملے جہاں طلبہ کو ون ٹو ون ٹیچر سے بات کرنے، اور سبق سیکھنے کا زیادہ موقع ملا۔ والدین کی گھروں میں موجودگی سے بچوں کی تعلیمی صلاحیت مزید بہتر ہوئی اور والدین کی اکثریت نے اس پر اطمینان کا اظہار کیا۔

☆ آن لائن کلاسز اور جدید ٹیکنالوجی سے جہاں طلبہ وطالبات نے فائدہ اٹھایا وہاں بڑے بھی اس میدان میں پیچھے نہ رہے، اور الحمدللہ بہت سارے بھائیوں نے آن لائن کلاسز کے ذریعہ اپنے قرآن کی تصحیح کی۔ دعائیں یاد کیں۔ دینی باتوں کو سیکھا

شاید مساجد میں دوسروں کے سامنے وہ اس فائدہ کو عام حالات میں حاصل نہ کر سکتے تھے۔

☆لاک ڈاؤن کا ایک بڑا فائدہ فیملی جوائن سسٹم میں بہتری کا نظر آیا۔ قبل ازیں مصروفیات کی وجہ سے فیمیلز کامل کر بیٹھنا ایک دوسرے کی موجودگی اور دکھ سکھ کو محسوس کرنا بہت کم ہو گیا تھا، لیکن لاک ڈاؤن میں فیمیلیز ہمہ وقت اکھٹی رہیں جس سے باہمی تعلق، محبت والفت میں اضافہ ہوا، جس کے اثرات بہترین انداز میں دیکھے جارہے ہیں۔

☆ لاک ڈاؤن میں سب سے اہم فائدہ شادیوں میں نظر آیا جہاں کم اخراجات سے بہترین شادیاں انجام پائیں، ہزار ہا پاؤنڈز کے بے مقصد اخراجات سے لوگ بچ گئے اور اکثریت اس پر مطمئن نظر آئی اور نہ بلانے پر شکوہ شکایات بھی کم نظر آئے کیونکہ ایسی مجبوری تھی جس پر کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ لوگ خود جانے سے بچ رہے ہیں تاکہ ہم اس وبا سے محفوظ رہ سکیں۔ سنت پر عمل ہوا، مہندی اور دیگر فضول رسومات پر فضول خرچی سے بچ گئے، ان شاء اللہ اس کے اثرات مکمل طور پر زندگی میں ان گھروں میں نظر آئیں گے۔

☆ بہت سارے غیر شرعی اعمال اور اخراجات ہمیں کسی کی وفات پر بھی نظر آتے تھے، لاک ڈاؤن میں ہونے والی اموات کے جنازہ، تعزیت اور تدفین میں کم افراد کی شرکت نے ان اعمال سے لوگوں کو دور کیا اور کھانے کے اخراجات، اور کئی رسوم سے بھی بچ گئے۔ ایک مسلمان کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ نماز جنازہ میں کم افراد کی شرکت سے کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ اصل بات ایمان کی ہے اگر موت کلمہ توحید پر ہوئی ہے تو یہی سب سے اعلیٰ ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے عظیم اور جلیل القدر صحابی کی نماز جنازہ صرف چند افراد نے ادا کی تھی، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:"چار مسلمان جس مسلمان کی تعریف کریں اور اچھی شہادت دیں، اللہ اس کو ضرور جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے عرض کیا اور تین، آپ ﷺ نے فرمایا: تین بھی، ہم نے عرض کیا اور دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دو بھی۔" (صحیح بخاری، باب ثناء الناس علی المیت)

☆ لاک ڈاؤن میں ایک دوسرے سے ہمدردی کا جذبہ بھی عجب انداز میں نظر آیا، کیونکہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر لوگوں کے حالات کا علم ہوا، دوسروں کی مجبوریوں کا احساس ہوا۔اور حسب توفیق لوگوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا۔ جو لوگ شاپنگ کیلئے نہیں جاسکتے تھے۔ وائرس کا شکار تھے، احباب نے ان کی ضروری اشیاء گھروں میں دہلیز تک ان کو پہنچائیں۔ اور یہ مسلمانوں کا باہمی تعاون نہیں تھا بلکہ مسلمانوں نے غیر مسلموں کیلئے بھی یہ خدمات انجام دیکر ثابت کیا کہ اسلام انسانیت کو تسکین پہنچانے والا مذہب ہے۔

☆گھریلو اخراجات میں واضح کمی دیکھنے میں آئی کیونکہ باہر جانے، غیر ضروری شاپنگ، پارٹیز، کھانے، کپڑوں کی خریداری سے دوری کی وجہ سے اخراجات بہت کم ہوگئے، اور ایک یہ بھی احساس ہوا کہ ہم ان چیزوں کے بغیر بھی رہ سکتے ہیں۔

☆ماحولیات کے شعبہ میں بھی خاطر خواہ بہتری نظر آئی، سڑکوں پر گاڑیوں کی کمی ہونے سے پولشن میں واضح کمی دیکھنے کو ملی۔اور بلاضرورت باہر نہ نکلنے سے پٹرول وغیرہ کے اخراجات میں بھی کمی ہوئی۔

☆مساجد کی تعمیر ومرمت ایک بڑا مسئلہ ہے، کیونکہ ہمہ وقت مساجد آباد ہونے سے تعمیر ومرمت، رنگ وروغن، صفائی مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ لیکن الحمدللہ لاک ڈاؤن سے اکثر مساجد کی انتظامیہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور مساجد کی نئے سرے سے درستگی مرمت اور صفائی کا اہتمام کیا۔

☆رب العالمین سے امید ہے کہ اس وبا سے بہت جلد نجات ملے گی اور ہمیں اپنے غلطیوں، کوتاہیوں پر غور وفکر اور توبہ کا جو موقع ملا اس سے سبق سیکھ کر ہم آئندہ زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں گے، مساجد کو آباد کریں گے سستی وکاہلی سے ہٹ کر دین کیلئے جانی ومالی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

☆☆☆

تین سخت ترین کام

قال الشافعي:"أشد الاعمال ثلاثة:
الجود من قلة ، والورع فى خلوة ،
وكلمة الحق عند من يرجى و يخاف . "
(المنتظم:10/137)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"تین کام سب سے سخت (مشکل) ہیں: تنگ دستی کے باوجود سخاوت کرنا، تنہائی میں پرہیز گاری اختیار کرنا، اور اس کے سامنے کلمہ حق کہنا جس سے خوف یا کسی چیز کی امید ہو۔"

☆☆☆

کچھ عرصہ قبل اسلام قبول کرنے کے بعد تعلیم دین کے ذوق سے سرشار یونس کا ایمان افروز انٹرویو!

ص: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ص: آپ کا پیدائشی نام کیا ہے؟

ی: میرا نام جو والدین نے رکھا تھا: Janis Berzins (جینس بَرزنج) ہے۔ جسے تبدیل کر کے میں نے یونس رکھ لیا ہے۔

ص: آپ کا تعلق کس ملک سے ہے؟

ی: میرا اصل وطن شمال یورپ میں واقع Latvia (لَٹویا) ہے جس کے دار الحکومت Riga (ریگا) میں میری پیدائش ہوئی تھی اور وہیں پلا بڑھا تھا۔

ص: آپ کی عمر کیا ہے؟

ی: میری عمر 38 اڑتیس سال ہے۔

ص: آپ کی تعلیم کیا ہے؟

ی: میری تعلیم بالکل بنیادی سی ہے، مڈل سکول مکمل کرنے کے بعد کچھ نہیں پڑھا اور اس کی وجہ میرے ذاتی حالات تھے۔

ص: برطانیہ میں کب آئے؟

ی: برطانیہ میں 2007ء میں آیا تھا۔

ص: کام کاج کے لیے یا کاروبار کے لیے برطانیہ آئے تھے؟

ی: نہیں، میں اپنے ملک سے بھاگ کر برطانیہ میں پناہ لینے کے لیے آیا تھا، کیونکہ وہاں کچھ ایسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کر بیٹھا تھا، جن کے بعد وہاں رہنا میرے لیے ناممکن تھا۔

ص: اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے بارے میں کچھ بتلائیے۔

ی: میرا کوئی بھائی یا بہن نہیں ہے اور والدین بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے، میری پرورش میری نانی نے کی تھی اور جب میں اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچا تو وہ بھی فوت ہو گئیں، تب سے اکیلا ہی رہا۔

ص: کیا آپ کے کوئی اور رشتہ دار بھی نہیں ہیں؟

ی: نہیں! چونکہ بچپن ہی میں والدین کے سایہ شفقت سے محروم ہو گیا تھا، تب سے کسی رشتہ دار سے کوئی واقفیت ہے نہ تعلق، البتہ اپنے ملک میں شادی کی تھی جس سے ایک گیارہ سالہ بیٹا ہے، بیٹے سے تو رابطہ رہتا ہے مگر بیگم سے تعلقات ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے کوئی رابطہ نہیں۔

ص: آپ نے اسلام کب قبول کیا تھا؟

ی: ستمبر 2015ء میں۔

ص: قبول اسلام کی طرف سفر کب اور کیسے شروع ہوا؟

میں 2007ء میں اپنے ملک سے بھاگ کر برطانیہ آیا تھا، اس کی بنیادی وجہ میرے جرائم تھے۔ بُرے دوستوں کی صحبت اور جرائم کی لَت نے مجھے پیشہ ور مجرم بنا دیا تھا، اس لیے قانون کے شکنجے میں آنے سے بچنے کی خاطر میرے لیے اپنا ملک چھوڑے بغیر کوئی چارہ نہ تھا، مگر افسوس کی بات یہ تھی کہ میں یہاں آ کر پھر اسی بُری سنگت اور صحبت کا شکار ہو گیا پھر چونکہ بدخو دوستوں کی یاری کا سارا دارومدار دنیاوی مفادات پہ ہوتا ہے اور اسی لیے اسے نبھانا بھی ناممکن ہوتا ہے۔ میں ایک شہر سے دوسرے شہر پھر تیسرے شہر منتقل ہوتا رہا۔ آخر کار سوچا کہ اس بھنور سے نکل کر کسی درست سمت پہ اپنی زندگی کو لگانا چاہیے، مگر کوئی راہ نظر آتی تھی نہ رہبر۔ اسی دوران ایک عورت سے میری دوستی ہو گئی جس کا تعلق بھی میرے ملک سے تھا۔ میں اس کی وجہ سے برمنگھم سے قریب والسال قصبے میں منتقل ہو گیا۔ یہاں سکونت اختیار کرنے کے بعد میں نے کچھ ڈپلومہ کورسز کیے تاکہ کوئی اچھا روزگار مل سکے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ہم دونوں ترکی سیر وسیاحت کے لیے گئے، دورانِ سفر اس نے مجھے بتایا کہ میں ترکی ہی سے سیدھا واپس اپنے ملک لَٹویا جانے کا ارادہ رکھتی ہوں کیونکہ مجھے وہاں ایک اچھی ملازمت کی پیشکش موصول ہوئی ہے۔ مجھے اس کی بات سے ذہنی کوفت تو بہت ہوئی مگر کچھ نہ کر سکتا تھا، میں وہاں اکیلا رہ گیا اور پھر واپس اکیلا ہی برطانیہ آیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے سوچا کہ میں چونکہ اب کسی حد تک بری صحبت اور جرائم سے دور ہو چکا ہوں لہٰذا اب اس دوری کو مزید بڑھانا چاہیے اور اس کے لیے شاید مذہب کی طرف رجحان پیدا کرنا مفید ہو۔ اسی سوچ کے تحت میں نے بائبل کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا کیونکہ اس وقت میں صرف عیسائی مذہب سے واقف تھا۔ چرچ جانا بھی شروع کر دیا اور پادریوں کی باتیں بھی سننے لگا۔

ص: کیا آپ اس سے پہلے کسی طرح عیسائیت سے منسلک تھے؟

ی: نہیں! چونکہ ہمارا ملک ابھی ماضی قریب 1991ء میں روس کے تسلط سے آزاد ہوا ہے، دوسری جنگ عظیم کے بعد سے وہاں سویت یونین کا قبضہ رہنے کی وجہ سے لوگوں کی اکثریت مذہب سے دور ہو گئی ہے۔ وہاں سکولز میں ڈارون کا نظریہ تخلیق انسانیت (یعنی انسان بندر سے بنا ہے) پڑھایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے وہاں چرچ بالکل بے آباد

ہیں، میں نے چونکہ ایسے سیکولر ماحول میں پرورش پائی تھی اس لیے مذہب سے کچھ واقفیت نہ تھی مگر یہ ضرور سن رکھا تھا کہ دنیا میں کچھ لوگ ذہنی سکون کی خاطر مذہب کی طرف توجہ دیتے ہیں۔
ص: عیسائیت کا مطالعہ کرنے سے کس حد تک ذہنی سکون ملا؟
ی: خاص نہیں! میں نے عیسائیت کا مطالعہ صرف اس لیے شروع کیا تھا کہ اس کے سوا میں کسی اور مذہب سے واقف نہ تھا مگر جب چرچ میں جا کر پادریوں کی گفتگو سنتا تو وہ اکثر و بیشتر میری سمجھ سے بالاتر ہوتی۔ ایک بار کسی دوست کے کہنے پہ ایک چرچ میں گیا تو وہاں پادری نے حاضرین سے پوچھا کہ "آپ میں سے کون کون نیا ہے" یعنی پہلی بار اس چرچ میں آیا ہے، میرے دوست نے میری طرف اشارہ کر دیا، پادری نے کہا کہ سامنے آ جاؤ۔ اس طرح میرے جیسے تقریباً پندرہ لوگ اور بھی تھے، پادری نے سب کو آگے بلالیا۔
وہ سب کو ایک صف میں کھڑا کر کے ایک ایک کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر ہلکا سا جھٹکا دیتا حتی کہ آدمی پیچھے کی طرف گرتے گرتے سنبھلتا۔ مجھے اس عمل سے بہت حیرانی ہوئی۔ جب اس نے مجھے جھٹکا دیا تو میں اپنے پاؤں مضبوطی سے جمائے وہیں کھڑا رہا، گویا مجھے کچھ محسوس ہی نہیں ہوا۔ یہ عمل اس نظریہ کے تحت کیا جا رہا تھا کہ پادری لوگوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے، مگر یہ سب دیکھ کر میرا دل کھٹا ہو گیا اور میں نے عیسائیت سے کنارہ کر لیا۔ پھر دوبارہ گناہوں کی اس دلدل میں چلا گیا جہاں سے نکلنے کی میں حتی الوسعت کوشش کر رہا تھا۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ میں نے یتیمی میں پرورش پائی تھی، کسی نے سیدھی راہ دکھائی ہی نہ تھی، بلکہ خود ہی اپنے ماحول سے اچھا بُرا سیکھا تھا۔ ایک بات جو میرے ذہن میں بیٹھی تھی وہ یہ کہ کامیاب زندگی عیش و مستی، زن پرستی اور دولت پرستاری ہی کا نام ہے۔ لہٰذا جیسے کیسے بھی دولت کا حصول ممکن ہو اس کے پیچھے دوڑ لگانی چاہیے۔ اسی خام خیالی کے نتیجے میں میں سکون کی تلاش کرتے کرتے گناہوں کی ان گہرائیوں میں پھر جا گرتا جہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا۔ مگر کوئی ایسا رستہ نظر نہ آتا جس پر میں ثابت قدم رہ پاتا۔ آخر کار 22 مئی 2015ء کی بات ہے کہ جب میں اپنے ملک کے ہمسایہ ملک Lithuania (لتھوینیا) میں منشیات وغیرہ کی سمگلنگ کے سلسلے میں گیا ہوا تھا، وہاں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ جس میں بال بال بچا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ہی الفاظ میں دعا کی کہ "اے میرے رب! مجھے سیدھی راہ دکھا دے۔ میں زندگی میں بہت ٹھوکریں کھا چکا ہوں اور اب وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ جرائم کا ارتکاب کبھی نہیں کروں گا، چنانچہ میں نے صدق دل سے ایک بار پھر زندگی بدلنے کی ٹھان لی۔ چونکہ عیسائیت سے تو پہلے ہی بیزار ہو چکا تھا۔ اب کی بار بشمول اسلام دیگر مذاہب کے بارے میں کچھ معلومات اکٹھی کرنا شروع کر دیں اور ان کے بارے میں مطالعہ کرنے لگا۔ میری جستجو کا مرکزی نکتہ یہ سوال تھا کہ "اگر ہر مذہب ایک ہی رب کی طرف سے ہے (جیسا کہ ہر مذہب کے پیروکار اپنے مذہب کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں) تو پھر ان میں فرق یا اختلاف کیوں پایا جاتا ہے؟" اس سوال کے جواب کی تلاش نے مجھے اسلام کی طرف مائل کر دیا اور اسلام کا نظریہ توحید مجھے بالکل عقل کے مطابق لگا۔ چنانچہ 26 ستمبر 2015ء بروز ہفتہ جبکہ چھٹی کا دن تھا میں صبح اٹھ کر اپنے گھر سے باہر نکلا اور ٹہلتے ٹہلتے شہر کے مرکز (City Centre) میں پہنچ گیا۔ وہاں میرا گزر ایک دعوہ سٹال کے پاس سے ہوا جہاں میں رک گیا اور سٹال پہ موجود شخص سے اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے لگا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور اس دنیا میں آنے والا ہر نبی رسول اسی دین کی ترویج واشاعت کرتا رہا۔ انبیاء کا سلسلہ تدریجاً بڑھتے بڑھتے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر اختتام پذیر ہو گیا۔ اگرچہ زمان و مکان کی ضروریات کے پیش نظر مختلف انبیاء کے ادوار میں اس دین کی فروع میں تبدیلیاں ہوتی رہیں، مگر اس کے اصول ہر دور میں ایک ہی رہے۔
اس لیے باری تعالیٰ کے بارے میں جو عقیدہ و نظریہ سب سے پہلے نبی کا تھا وہ آخری نبی کا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہونے کے لیے صرف آخری نبی محمد ﷺ ہی پر نہیں بلکہ گزشتہ تمام انبیاء و رسل پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح کی مزید کچھ باتیں اس نے مجھے بتائیں جن سے میرا دل مکمل طور پر اطمینان پا گیا اور وہیں کھڑے کھڑے میں نے کلمہ پڑھ لیا اور اللہ کی توفیق خاص سے میں دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔
ص: الحمد للہ! کلمہ پڑھنے کے بعد آپ کی کیفیت کیا تھی؟
ی: کلمہ پڑھنے کے بعد میرا دل گویا فرحت و مسرت سے ایسے بھر گیا، جیسے اس سے پہلے کبھی نہیں بھرا تھا۔ میرے چہرے پہ مسکراہٹ ایسے چھا گئی کہ روکنے سے بھی نہ رک پا رہی تھی۔ مجھے لگا کہ دنیا بھر کی خوشیاں میری جھولی میں آ گئی ہیں۔
ص: دعوہ سٹال پہ موجود شخص نے مطالعہ کے لیے آپ کو کوئی لٹریچر دیا؟
ی: جی! اس نے کچھ کتابیں دیں جو انگلش میں تھیں۔ ان میں مترجم انگلش قرآن مجید بھی تھا۔ مگر چونکہ انگلش میری مادری زبان نہیں ہے اس لیے پڑھنے میں کچھ دشواری ہوتی ہے، لیکن میں نے کسی طرح سے روسی زبان میں مترجم قرآن حاصل کر لیا کیونکہ میں وہ زبان جانتا ہوں، الحمد للہ! ایک بار مکمل قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر اب دوسری بار پھر پڑھ رہا ہوں۔
ص: آپ نے دین سیکھنے کے لیے مزید کیا اقدام کیا ہے؟
ی: دعوہ سٹال پہ موجود جس بھائی نے مجھے کلمہ پڑھایا تھا، اس نے مجھے نصیحت کی تھی کہ آہستہ آہستہ دین سیکھنا اور ساتھ ساتھ عمل کرتے جانا۔

جلد بازی کی کوشش نہ کرنا۔ میں نے اس کی نصیحت پہ عمل کرتے ہوئے پہلے تو کچھ عرصہ مبادیات اسلام کا مطالعہ کیا پھر رفتہ رفتہ مسجد جانا شروع کیا۔ پھر جب مسجد جانے لگا تو وہاں ایک بھائی نے مجھے Islam Wise، جو کہ گرین لین مسجد برمنگھم کا ایک ذیلی شعبہ ہے، کے بارے میں بتایا کہ وہ نو مسلم حضرات وخواتین کے لیے تعلیم وتربیت کا انتظام کرتے ہیں۔ چنانچہ میں ان سے منسلک ہو گیا۔ تب سے ہفتہ وار اور ماہانہ کلاسز اور دروس میں شرکت کر رہا ہوں۔ الحمد للہ

ص: کیا اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا؟

ی: نہیں! اب تک کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے سب راستے ہموار کر دیے ہیں۔ البتہ میں اب اس حالت میں (داڑھی رکھے اور شلوار ٹخنوں سے اونچی رکھے) اپنے ملک نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اولاً میں وہاں سے بھاگ کر آیا تھا اور دوسرا یہ کہ اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت زیادہ نفرت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اب زندگی بھر شاید برطانیہ میں رہنا پڑے کیونکہ جیسا کہ مشہور ہے یورپ بھر میں سب سے زیادہ مسلمانوں کے لیے موزوں فضا اسی ملک میں ہے اور میں یہاں خوش بھی ہوں۔ الحمد للہ

ص: اب تک آپ کو اسلام کی سب سے اچھی خوبی کون سی لگی ہے؟

ی: توحید باری تعالیٰ کے بعد سب سے بڑی خوبی مجھے اخوت، ہمدردی، خیر خواہی اور باہمی تعاون لگے ہیں۔ میں جب چرچ جایا کرتا تھا تو بسا اوقات مجھے کوئی ایک شخص بھی نہ ملتا حتیٰ کہ پادری بھی نہ ملتا جس سے میں اپنی کسی ذہنی کشمکش کا اظہار کرتا اور وہ مجھے اسکا کوئی حل بتاتا۔

جبکہ مسلمان اس معاملے میں بہت آگے ہیں، بالخصوص گرین لین مسجد جو کہ کسی ایک کلچر یا ملک کے باشندوں کی نہیں بلکہ مختلف رنگ ونسل کے تمام مسلمان اسے اپنی مسجد سمجھتے ہیں۔ اس لیے یہاں آتے کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی بلکہ دلی سکون ملتا ہے۔

ص: قبول اسلام کے بعد آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟

ی: سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ میں دین کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کروں۔

ص: آخر میں آپ ہمارے قارئین کو کیا خصوصی پیغام دیں گے؟

ی: میرا پیغام اپنے مسلمان بھائیوں کے نام یہ ہے کہ دنیا کی رنگینیوں میں بالکل سکون نہیں ہے بلکہ سکون صرف اور صرف اللہ کی یاد میں ہے۔ لہٰذا اس دنیا کے دھوکے سے بچنے کا واحد ذریعہ اسلام پر عمل کرنا ہے اور اسلام پہ عمل کرنے سے دوری سراسر ہلاکت کا باعث ہے۔

ص: اللہ ہمیں اسلام پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔ جزاک اللہ خیرا

☆☆☆

ان سطور کے قلمبند کرتے وقت میرے سامنے تین کتابیں ہیں:
ثلاث رسائل فی اصول الحدیث
امام ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی کی 'اصلاح خطأ المحدثین' اور لیل ونہار ڈائری سال 2002ء
پہلے دونوں رسائل 'عبد الوہاب عبد الواحد خلجی' کے دستخط سے بطور ہدیہ موصول ہوئے ہیں۔ 1988/7/8م بطور تاریخ ثبت ہے۔ڈائری ہدیۃً دی گئی ہے۔
میرے علم میں ہے کہ برادرم عبد الوہاب نے الدار العلمیہ کے نام سے کئی ایسی نایاب کتابیں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، جو عرصے سے نایاب تھیں جن میں اصول حدیث سے متعلق یہ دونوں رسائل بھی شامل ہیں۔ یہ ان کی علم دوستی اور فن حدیث سے ان کے شغف اور محبت کی دعوت دین کی آبیاری اور اردو داں حلقے میں اس کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی غماز ہے۔
میرے اور مرحوم خلجی کے درمیان دو باتوں کا تو واضح طور پر اشتراک ہے، ہم دونوں کا تعلق مولد کے اعتبار سے مشرقی پنجاب کی ایک مسلم ریاست مالیر کوٹلہ سے ہے اور پھر دینی تعلیم کے آخری مرحلہ کی تکمیل کے لیے مدینہ منورہ کی جامعہ اسلامیہ میں حصول تعلیم کی سعادت حاصل کرنا اس پر مستزاد ہے۔ لیکن دونوں جگہ معاصرت زمانی کا فقدان رہا۔ میں پانچ سال کا تھا جب 1948ء کے وسط میں ہمارے خاندان نے بعد از قیام پاکستان مایر سے لاہور ہجرت کی اور یہ مرحوم خلجی کے اس دنیا میں وارد ہوئے کسی سال قبل کی بات ہے۔ میں خود جامعہ میں 1962ء میں داخل ہوا اور چار سالہ تعلیم عالی کے بعد 1966ء میں فارغ ہوا اور پھر آٹھ ماہ بعد 1967ء کے آغاز میں دعوت و تبلیغ کے ایک ہراول دستے کی طور پر عازم افریقہ ہو چکا تھا۔ برادر خلجی کے مدینہ منورہ آنے میں کئی سال باقی تھے۔
خیر کوئی بات نہیں، میرا اور ان کا ساتھ نہ ہو سکا لیکن جب وہ مدینہ وارد ہوئے تو مالیر کوٹلہ کی نسبت سے میرے والد شیخ عبد الغفار حسن نے اپنے بیٹوں جیسی اپنائیت کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ دار الحدیث مدینہ اور پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ میں داخل کے لیے، جامعہ کے ایک مدرس کی حیثیت سے اور شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خصوصی تعلق کی بنا پر جو کچھ ہو سکا، اسے بروئے کار لائے۔
میرے برادر خورد سہیل حسن اس قت مرحلہ ثانوی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے، اس لیے ان کی برادرم خلجی کے ساتھ اچھی رفاقت رہی۔
سہیل کہتے ہیں کہ ہندوستانی طلبہ عموماً اردو کی نسبت سے پہچانے جاتے تھے لیکن خلجی جب پنجابی زبان میں فر فر بات کرتے تو پاکستانی طلبہ انہیں حیرت کی نگاہ سے دیکھتے، والد محترم مدینہ منورہ میں اپنے 16 سالہ قیام کے بعد 1980ء میں واپس پاکستان روانہ ہو گئے۔ گویا خلجی مرحوم کا مدینہ کا 12 سالہ قیام اسی دور کی یادگار ہے۔
اس دوران میرا تقریباً ہر سال والدین سے ملاقات کے لیے مدینہ آنا جانا رہا۔ پہلے خلجی سے تعارف اور اور پھر تجدید ملاقات کا موقع میسر آتا رہا اور اس کے بعد کئی دفعہ حج کے موقعہ پر یا رابطۂ عالم اسلامی کی کانفرنسوں کی بدولت ارضِ حجاز کی زیارت مزید ملاقاتوں کا موقع انہیں پہنچاتی رہی۔
1976ء میں مشرقی افریقہ سے لندن منتقل ہو چکا تھا اور اس کے بعد دو اور ملاقاتیں نہاں خانۂ دل میں گردش کرتی نظر آ رہی ہیں۔
1988ء میں رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبد اللہ عبد المحسن الترکی نے جب لندن میں تحفظ حرمین شریفین کانفرنس کا انعقاد کیا تو دنیا بھر سے کئی مقتدر علماء اور مفکرین کو بھی مدعو کیا۔ ہندوستانی وفد میں برادرم خلجی بھی شامل تھے اور پھر وہاں ماہ ڈیڑھ ماہ کی اقامت کا شرف حاصل کیا کرتا تھا۔
خلجی مرحوم کے دیرینیہ رفیق عبد المتین سلفی (جو کہ اب وہ بھی مرحوم ہو چکے ہیں) نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں مالیر کوٹلہ سے آمدہ ایک سرکاری وفد جس کی سیادت ایک صوبائی وزیر کر رہے تھے، کی ملاقات امام کعبہ شیخ محمد بن السبیل سے کروانے کی سبیل پیدا کروں۔ شیخ چونکہ اسّی کی دھائی میں کئی دفعہ لندن تشریف لاتے رہے تھے، جہاں کئی مساجد کا انہوں نے افتتاح کیا تھا اور مجھے بحیثیت ترجمان ان کی رفاقت کا شرف حاصل رہا تھا، اس لیے غالباً خلجی مرحوم نے ہی شیخ عبد المتین سلفی کو مجھ سے رابطہ کرنے کے لیے کہا ہو گا۔ چنانچہ شیخ محترم سے ملاقات ہوئی اور ان سے وفد کی ملاقات کا وقت طے ہو گیا۔ میں عبد المتین سلفی کی معیّت میں وفد کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ مصلحت کا تقاضا تھا کہ پاکستانی کی حیثیت سے میرا تعارف نہ کرایا جائے، صرف اتنا بتایا جائے کہ یہ صاحب بھی مالیر کوٹلہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن عرصہ دراز سے لندن میں مقیم ہیں۔
شیخ نے وفد کی خوشدلی کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ عربی قہوہ اور کھجور سے ان کی تواضع کی گئی۔ وزیر موصوف نے شیخ کو ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت کے بارے میں بتایا کہ وہ امن وامان سے ہیں، موجودہ صدر مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں اور ان کی بہبود کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں، یہ بھی کہا کہ مسلمان ہر شعبۂ زندگی میں نمایاں حیثیت رکھتے

ہیں۔ ہندوستان کی دوسری بڑی امیر ترین شخصیت ایک مسلمان کی ہے اور یہ کہ ارضِ ہندوستان کے مایۂ ناز سپوت انجینئر ابو الکلام نے ایٹمی دھماکہ کر کے ایک نیا باب رقم کیا ہے۔ مولانا ابو الحسن علی ندوی کا بھی تذکرہ کیا جو چند ماہ قبل انتقال کر چکے تھے۔ یہ بھی بتایا کہ کرکٹ کے بین الاقوامی کھیل میں بھی مسلمان بلے باز آگے آگے ہیں۔ شیخ نے پوچھا کہ بابری مسجد کو ڈھائے جانے کا کیا مسئلہ ہے تو انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت کا اس مسئلے سے کوئی تعلق نہیں، وہ تو عوام الناس کا ایک ہجوم تھا جو اس واقعے کا سبب بنا، انہوں نے اپنی بات یہ کہہ کر ختم کی کہ انڈونیشیا کے بعد مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ شیخ نے انہیں اسلامی شعائر کی پابندی، قرآن وحدیث سے وابستگی اور خلق خدا کی خدمت کے تناظر میں نصیحتوں سے نوازا۔

برادرم خلجی نے میرے حق میں ایک احسان مندانہ سلوک بھی کیا ہے جس کا تذکرہ مناسب سمجھتا ہوں۔ میرے دل میں عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ زندگی میں ایک مرتبہ اپنی جنم بھومی یعنی مالیر کوٹلہ کی زیارت کر پاؤں کہ جس کے دھندلے نقوش میرے لوح دماغ پر ثبت ہیں لیکن پاک وہند کے کشیدہ تعلقات اس خواہش کی تکمیل میں آڑے آتے رہے۔ پھر خیال آیا کہ کیوں نہ ایک برطانوی شہری کی حیثیت سے ویزا کے حصول کے لیے طبع آزمائی کی جائے اور یوں ہم دونوں میاں بیوی نے لندن کے بھارتی ہائی کمیشن میں ویزا کی درخواست دائر کر دی لیکن کارپردازان سفارت نے میرے اصلاً پاکستانی ہونے کی حیثیت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کئی عدد سوالناموں پر مشتمل پانچ فارم ہاتھ میں تھما دیے اور یہ بھی کہا کہ جب دہلی سے مکمل 'صفانامہ' نہیں آئے گا، پاسپورٹ پر ویزے کی مہر اُجاگر نہ ہو سکے گی۔ چند ماہ بعد بیگم کے لیے تو یہ نایاب دستاویز دیئے جانے کی خوشخبری موصول ہو گئی لیکن مجھے انتظار کرنے کے لیے کہا گیا۔ اب یہ انتظار عمر عیّار کی زنبیل میں تبدیل ہو چکا ہے لیکن مجھے برادرم خلجی سے اتنا ضرور معلوم ہوا کہ دلّی کی تحقیقاتی ٹیم کو مالیر کوٹلہ سے مثبت رپورٹ دی گئی تھی جس میں یقیناً برادرم خلجی کا ہاتھ رہا ہو گا۔

اس تحریر کو قلمبند کرنے سے قبل میں نے 'نور توحید' (نیپال) کے اس خصوصی شمارے کو حرفاً حرفاً پڑھا جو مرحوم خلجی کے تعلق سے شائع کیا گیا تھا اور جو مجھے برادرم جمیل احمد شیر خاں (حال متوطن برمنگھم) کے توسط سے حاصل ہوا۔

اس شمارے کے مضامین، تاثرت، مشمولات مرحوم خلجی کا ایک حسین سراپا اجاگر کرنے پر ادارہ مجلہ 'نور توحید' تبریک وتحسین کا مستحق ہے۔

بلاشبہ انہوں نے مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد واپس ہندوستان جا کر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی نشو ونما کے لیے زندگی کھپا دی۔ جمعیت کے نظامت کے عہدے کا بھرپور حق ادا کیا۔ جریدہ ترجمان کو جلا بخشی۔ ہندوستان کے طول وعرض کو دعوت وتبلیغ کی خاطر اپنے قدموں کی گرد خاک بنایا۔ ملک کی چند سرکردہ بین الملی تنظیموں میں مسلک اہل حدیث کی کماحقہ نمائندگی کی۔ نیپال، پاکستان، سعودیہ اور برطانیہ اور کئی دیگر ممالک میں قرآن وسنت کی تعلیمات پر مشتمل اپنی تقاریر، تجاویز اور تحریرات کو مؤثر انداز میں پیش کیا۔ زندگی بھر قناعت کی تصویر رہے، جس عہدے پر وہ فائز رہے اس میں امتحانات اور آزمائشوں کا آنا دعوتی زندگی کا ایک حتمی جزو تھا جس کی آلائش ان کی زندگی آخری چند سالوں کے لیے سوحان روح بن گئی لیکن قاری کو یہ پڑھ کر تسکین حاصل ہوئی ہے کہ وفات سے قبل 'اصلاح بین الناس' کی کوششیں کامیاب ہو چکی تھیں اور خلجی مرحوم اس حال میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے جب کہ مرکزی جمعیت کے ساتھ ان کے اختلافات تحلیل ہو چکے تھے بلکہ جمعیت نے انہیں نائب امیر کے اعزاز سے بھی نواز دیا تھا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین حق کی نشر واشاعت میں برادرم خلجی کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور انہیں جنت فردوس کے اعلیٰ درجات سے نوازے۔

☆☆☆

(بقیہ: اللہ کے ساتھ حسن ظن)

3۔ توبہ کی قبولیت

ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے اور بسا اوقات بڑی بھیانک غلطی ہوتی ہے لیکن اس کے رب غفور نے تمام غلطیوں کی معافی کا وعدہ دیا ہے لہٰذا گناہوں کے بعد توبہ واستغفار کرنا اور پھر معافی کی امید رکھنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے: ﴿أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّـهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّـهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ ''کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔'

4۔ موت کے وقت

اپنی زندگی کے آخری مراحل میں مؤمن کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اب جبکہ ہم اس دنیا سے جا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے پوری اُمید ہے کہ جسطرح اس نے دنیا میں میرے گناہوں پر میری گرفت نہیں کی اور میرے عیوب پر پردہ ڈالتا رہا ہے، اسی طرح موت کے بعد بھی وہ میرے ساتھ خیر ہی برتاؤ کرے گا، ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی شان کریمی پر نظر رکھنا اس کے ساتھ حسن ظن ہے۔

5۔ مصائب وشدائد کے وقت

انسان پر خواہ کتنے ہی مشکل وقت آئیں، وہ خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو لیکن اسے یہ یقین رکھنا چاہیے کہ یہ حالت اس کے لیے بہتر ہے اور ایک نہ ایک دن ہمارا رحیم وکریم ہمیں اس سے نجات دے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے۔

☆☆☆

عَنْ جَابِرِ بْنِ عبدِ اللَّه، رضي الله عنهما، أَنَّهُ سَمعَ النَبِيَّ ﷺ، قَبْلَ موْتِهِ بثلاثَةِ أَيَّامٍ يقولُ: «لاَ يَمُوتَنّ أَحَدُكُم إلاَّ وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ باللَّه عزَّ وَجَلَّ»(صحيح مسلم: 2877)

ترجمہ: "حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے تین دن قبل یہ فرماتے ہوئے سنا، تم میں سے کسی شخص کو ہر گز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔"

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اس دنیا کا خالق ومربی ہے، وہ تمام مخلوقات کی ہر قسم کی ضروریات پوری کرتا ہے، وہی گناہوں سے تجاوز فرماتا اور توبہ قبول کرتا ہے، اسی کا فرمان ہے کہ میں بندوں کی دعا قبول کرتا ہوں، اسی کا فرمان ہے کہ

﴿ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّـهِ ۚ إِنَّ اللَّـهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾

'میری جانب سے' کہہ دو: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، یقین مانو اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش اور بڑی رحمت والا ہے۔" حتیٰ کہ اگر یہ کہا جائے تو صد فیصد صحیح ہوگا کہ وہ اپنے بندوں پر ان کی ماؤں سے بھی زیادہ مہربان ہے، چنانچہ ایک بار نبی ﷺ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے جن میں ایک بچے والی عورت تھی جس کا بچہ اس سے بچھڑ گیا تھا وہ قیدیوں میں جس بچے کو بھی پاتی اسے اپنے سینے سے چمٹا کر اپنی چھاتی سے لگا لیتی اور دودھ پلانا شروع کر دیتی، یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ اگر اس کے بس میں ہوگا تو وہ کبھی بھی اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالے گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یقین مانو، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے، جتنا یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے۔" (صحیح بخاری)

پس جو اللہ اس قدر مہربان ہو اس کے بارے میں بدگمانی کا شکار ہونا کسی مسلمان کا عمل نہیں بلکہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اور اچھا گمان رکھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ رحمت واحسان کا معاملہ کرے گا، دنیا اور آخرت میں اسے اچھا بدلہ دے گا، اللہ تعالیٰ اسے کبھی بھی ضائع وبرباد نہیں کرے گا، گویا ہر حال میں بندے کو اللہ تعالیٰ سے اچھی اور اچھے کی اُمید رکھنی چاہیے، نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسن ظن کی تلقین کیا کرتے تھے اور فرماتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کروں گا جیسا وہ میرے بارے میں گمان رکھے گا اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم بروایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

حتیٰ کہ اپنی وفات کے وقت جن اہم باتوں کی مسلمانوں کو وصیت کی اس میں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا۔

زیرِ بحث میں حدیث میں نبی کریم ﷺ کی اس وصیت کا ذکر ہے کہ بندے کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اچھی اُمید رکھنی چاہیے، خواہ اپنی ذات سے متعلق ہو، کسی مسلمان سے متعلق ہو یا مسلمان قوم واسلام سے متعلق ہو، خاص کر اگر کسی مسلمان کی موت کا وقت ہے تو اسے اللہ تعالیٰ سے عفو ورحمت اور مغفرت وبخشش کی خصوصی امید رکھنی چاہیے لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ بندہ عمل نہ کرے، طاعت وعبادت سے کنارہ کش رہے، نافرمانی پر نافرمانی کرتا جائے اور پھر اُمید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا یہ حسن ظن نہیں بلکہ حماقت وبچکانہ حرکت ہے، یاد رکھیں کہ "جس طرح بغیر ہل چلائے اور بیج بوئے فصل کی پیداوار کی امید رکھنا حماقت ہے اسی طرح اعمال صالحہ کے بغیر اللہ تعالیٰ سے اچھی امید وابستہ کرنا بھی نادانی ہے۔" بلکہ حتی الامکان اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے بعد حسن ظن رکھنا ہی اصل ایمان ہے۔

حسن ظن کے مقام: لہٰذا ہر مسلمان کو توجہ دینی چاہیے کہ حسن ظن کا موقع ومحل کیا ہے۔

1۔ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمائے گا:

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ بندے کی دعا قبول کرتا ہے، لہٰذا دعا کے آداب شرائط کے ساتھ جو دعا کی جائے اس کے قبولیت کی پوری امید رکھنا یہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے۔

2۔ عبادت واعمال صالحہ کی قبولیت

اللہ تعالیٰ بندوں کے نیک اعمال قبول کرتا اور انہیں اس کا اچھا صلہ دیتا ہے، لہٰذا اگر کوئی بندہ کوئی بھی نیک عمل کرتا ہے یا کوئی عبادت بجالاتا ہے تو اس کی قبولیت کی پوری امید رکھنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر:29)

سیر وسوانح

رسول اکرم ﷺ کا ہنسنا، مُسکرانا اور مزاح فرمانا

(قسط40)

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب، ڈڈلی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے اسلام قبول کرنے پر رسول اکرم ﷺ کا خوش ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا، کیونکہ وہ مشرکہ تھی۔ ایک دن میں نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں وہ بات کہی جو مجھے ناگوار گزری، میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں روتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ہمیشہ میری ماں کو اسلام کی طرف بلاتا تھا مگر آج جب میں نے اسلام کی دعوت دی تو اس نے آپ ﷺ کے بارے میں وہ بات کہی جو مجھے ناگوار گزری۔ آپ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ میری ماں کو ہدایت عطا فرمائے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ سے دعا فرمائی کہ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمائے، میں آپ ﷺ کی دعا سے خوش ہو کر ماں کے پاس گیا تاکہ اس پیاری دعا کا اثر دیکھ سکوں، چنانچہ میں گھر گیا تو دروازہ بند تھا، میری ماں نے میرے دروازے پر آنے کو محسوس کیا اور کہا ذرا ٹھہرو! اور مجھے گھر کے اندر پانی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ میری ماں نے غسل کر کے اپنے کپڑے پہن لیے اور سر پر دوپٹہ لے کر دروازہ کھول دیا اور مجھے دیکھ کر کہہ اٹھیں، اے ابو ہریرہ! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس خوشی سے روتا ہوا آیا اور عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ خوش ہو جایئے کہ آپ کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا ہے اور ابو ہریرہ کی ماں کو مسلمان بنا دیا۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد اور اس کی ثنا بیان کی۔ میں نے کہا اللہ کے رسول ﷺ اللہ پاک سے دعا فرمایئے کہ وہ میری اور میری ماں کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دے اور لوگوں کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ تب اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ سے ایسی ہی دعا فرمائی، پھر کوئی مؤمن ایسا نہیں پیدا ہوا جو میرے تعلق سے سنا ہو یا مجھے دیکھا ہو اور اس نے مجھ سے اور میری ماں سے محبت نہ کی ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث: 2491)

ملاحظہ فرمایئے! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی ماں کی کتنی فکر تھی کہ کسی بھی طرح ان کو نار جہنم سے بچانا چاہتے تھے، بار بار کوشش کرنے کے بعد بالآخر اللہ کے نبی ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے ہیں اور جب اللہ کے نبی ﷺ دعا فرماتے ہیں تو آپ ﷺ کی دعا کی قبولیت کا اتنا ایقان تھا کہ ماں کو دیکھنے کے لیے فوراً ماں کے پاس دوڑتے ہیں اور ماں کے ایمان لانے کے بعد رسول اکرم ﷺ کو خوشخبری دینے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں خوشی سے روتے ہوئے آتے ہیں اور ساتھ اپنے اور اپنی ماں کے لیے دوسری دعا کی آپ ﷺ سے درخواست کرتے ہیں، آج ہمارے معاشرہ میں خاندانوں میں، دوست و احباب میں کتنے مشرک اور بدعتی ہیں، کیا ہم ان کی ہدایت کے لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی تڑپ اور محبت رکھتے ہیں؟ اگر ہمارا انداز پیار و محبت اور اخلاص والا ہو تو ان شاء اللہ اس کے نتائج بھی مثبت ہوں گے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے پر آپ ﷺ کا خوش ہونا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں آیا جبکہ اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، لوگوں نے کہا کہ یہ عدی بن حاتم ہیں، میں بغیر امان لیے اور بغیر کسی سفارشی خط کے آ گیا تھا، جب مجھے آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں یہ تمنا کر رہا تھا کہ آپ ﷺ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہو، میں نے دیکھا آپ ﷺ کے پاس ایک عورت ایک بچے کے ساتھ ہے، ان دونوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ ہمیں آپ ﷺ سے کام ہے۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور ان کی ضرورت پوری کی۔ پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے، وہاں ایک لڑکی نے آپ کے لیے تکیہ لگایا، آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے اور میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: اے عدی! کس چیز سے بھاگتے ہو؟ کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے بھاگتے ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ کون سی چیز ہے جو اللہ سے بڑی ہے؟ میں نے کہا نہیں، کوئی چیز اللہ سے بڑی نہیں، پھر آپ ﷺ نے تھوڑی دیر مجھ سے بات کی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ اکبر کہنے سے بھاگتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مغضوب علیھم جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا، وہ یہودی ہیں اور نصاریٰ ضالین گمراہ ہیں، میں نے عرض کیا کہ میں مسلمان کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سنتے ہی اللہ کے نبی ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے کھل گیا، پھر

آپ ﷺ نے مجھے ایک انصاری کے پاس ٹھہرایا۔ ایک رات کچھ لوگ اُون کا لباس پہنے ہوئے تھے وہ آئے، آپ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ نے ان کی مدد کے لیے صحابہ کو ترغیب دلائی۔ کوئی ایک صاع، کوئی نصف صاع، کوئی ایک مٹھی یا اس سے بھی کم لایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی گرمی یا آگ سے بچنے کے لیے ایک کھجور دو یا ایک کھجور کا ٹکڑا ہی دے دو۔ کیونکہ جب اللہ سے ملو گے تو کیا جواب دو گے؟ اللہ فرمائے گا کہ کیا میں نے تمہیں سماعت اور بصارت نہیں عطا کی؟ کیا میں نے مال اور اولاد نہیں عطا کیا؟ تو نے آگے کیا بھیجا ہے؟ اس وقت آدمی اپنے سامنے اور پیچھے دیکھے گا، اپنے دائیں اور بائیں دیکھے گا اور اسے کوئی چیز دکھائی نہیں دے گی کہ جس سے اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی مگر اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اگر اللہ کے راستے میں دینے کے لیے کچھ بھی نہ ہو تو اچھی بات ہی کہہ دیں، مجھے تمہارے فاقہ میں مبتلا ہونے کا ڈر نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں بہت دے گا، یہاں تک کہ ایک عورت حیرہ سے یثرب تک یا اس سے زیادہ سفر کرے گی اور اسے کسی قسم کی چوری یا ڈاکہ زنی کا ڈر نہیں ہو گا، میں اپنے جی میں کہہ رہا تھا کہ طی کے چور کہاں ہوں گے؟

(جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، حدیث:2953)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر رسول اکرم ﷺ کا خوش ہونا

حضرت ابو عثمان نہدی نے خبر دی کہ ان سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان فترۃ کا زمانہ (یعنی جس میں کوئی پیغمبر نہیں آیا) چھ سو برس کا ہے۔

تشریح: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، ان کو خود رسول اکرم ﷺ نے آزاد کرایا تھا۔ فارس کے شہر مزرام کے رہنے والے تھے، دین حق کی طلب میں انہوں نے ترک وطن کیا اور پہلے عیسائی ہوئے۔ ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا، پھر قوم عرب نے ان کو گرفتار کر کے یہودیوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا، یہاں تک کہ یہ مدینہ میں پہنچ گئے اور پہلی ہی صحبت میں دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے یہودی مالک سے مکاتبت کر لی۔ (یعنی مقررہ رقم دے کر آزاد ہو جانے کا معاہدہ کر لیا) جس کی رقم آنحضرت ﷺ نے ادا فرمائی۔

مدینہ آنے تک یہ دس جگہ غلام بنا کر فروخت کیے گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ ان سے بہت خوش تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں (یعنی رسول اکرم ﷺ کی فیملی سے ہیں) جنت ان کے قدموں کی منتظر ہے۔ اپنے ہاتھ سے روزی کماتے اور صدقہ خیرات بھی کرتے۔ طویل عمر پا کر 35 ہجری میں شہر مدائن میں ان کا انتقال ہوا۔ رضي الله عنه وأرضاه، آمین

(ترجمہ و تشریح، حضرت مولانا محمد داؤد راز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، صحیح بخاری، حدیث:3948)

سورج نکلنے کے بعد بعض صحابہ دور جاہلیت کی باتیں کرتے اور ہنستے جبکہ آپ ﷺ صرف تبسم فرماتے

سماک بن حرب روایت کرتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہ سے کہا، تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، انہوں نے کہا، ہاں، بہت بیٹھا کرتا تھا۔ آپ ﷺ جہاں فجر کی نماز پڑھتے وہاں سے نہ اٹھتے، آفتاب نکلنے تک۔ جب آفتاب نکلتا تو آپ اٹھتے اور لوگ باتیں کرتے اور جاہلیت کے کاموں کا ذکر کرتے اور ہنستے اور آپ تبسم فرماتے تھے، یعنی نماز فجر ادا کر کے اسی جگہ اللہ کا ذکر کرتے تھے اور اِشراق کے بعد نماز ادا کر کے وہاں سے رخصت ہوتے، کچھ دیر زمانہ جاہلیت کے قصے یاد کر کے صحابہ آپس میں ہنسی مذاق بھی کر لیتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی تبسم فرما کر ان کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل:3222)

☆☆☆

مولانا خلیل شاکر بھی چل بسے

مسجد محمدی کوچ میں روڈ برمنگھم کے سابق امام وخطیب اور استاذ مولانا خلیل شاکر گزشتہ دنوں وفات پا گئے اور ہینڈزورتھ مسلم قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

مولانا مرحوم متواضع اور منکسر المزاج اور خوش سیرت و کردار تھے۔ زندگی میں انہوں نے مختلف بیماریوں کے بڑے دکھ جھیلے ہیں۔ اللہ کریم ان کی بیماری کو ان کی نجات اور جنت میں بلندی درجات کا سبب بنائے۔ اس موقع پر ان کے بڑے بھائی مولانا محمود قاسم راجڑیل، ان کے عم زاد مولانا منیر قاسم اور مولانا رفیق عابد مدنی اور داماد حافظ عطاء الرحمٰن سابق امام واستاذ مسجد وٹن، برمنگھم سے علماء کرام اور اقارب و احباب نے تعزیت کرتے ہوئے مرحوم کے لیے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔ متعلقین میں بیوہ بیٹے، اور بیٹیاں سوگوار ہیں۔

ان کی طویل علالت میں ان کے سب سے قریبی ساتھی حاجی ذوالفقار علی رحمانی کی خدمات قابل ذکر ہیں، اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین

☆☆☆

حجاب پر پابندی کا عدالتی فیصلہ

گزشتہ ہفتہ بیلجیم کے شہر برسلز میں آئینی عدالت کے اس فیصلہ کے خلاف تقریباً 4 ہزار افراد نے مظاہرہ کیا جس میں عدالت نے مقامی انسٹیٹیوٹ آف ہائر ایجوکیشن کو انسٹیٹیوٹ میں حجاب پر پابندی عائد کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی۔ عدالت کے اس فیصلے خلاف احتجاج کرنے والے ''آزادی کہاں ہے'' اور '' حجاب ہمارا حق ہے'' جیسی عبارتوں پر مبنی بینرز اٹھائے ہوئے تھے۔ احتجاجیوں کا کہنا تھا کہ بیلجیم میں مسلمان خواتین کو دینی بنیادوں پر نسل پرستی کا سخت سامنا ہے۔ واضح رہے کہ عدالت نے انسٹیٹیوٹ کو اس بات کی کھلی چھوٹ دے دی کہ وہ بشمول حجاب کسی بھی قسم کے دینی شعار پر پابندی لگانے کا مجاز ہے۔

کولمبیا کے مسلمان

جنوبی امریکہ کے ملک کولمبیا میں بھی مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے معہد الامام القرطبی کے چیئرمین الیاس سرزرتی نے بتلایا کہ اب کولمبیا مسلمانوں کے لیے کوئی اجنبی ملک نہیں رہا۔ الحمد للہ یہاں دن بدن اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ ہر ہفتہ 2 سے 3 افراد اسلام قبول کر رہے ہیں۔ جن میں اکثریت نوجوان طلباء کی ہے۔ غیر مسلم کمیونٹی میں اسلام کی مقبولیت کا اندازہ اس اَمر سے لگایا جا سکتا ہے کہ کولمبیا کے مسلمانوں کی مجموعی تعداد میں 70 فیصد نَو مسلم ہیں، نیز عوام سمیت حکومت بھی اس معاملہ میں ہر کسی کے ساتھ برابری کا رویہ اپنائے ہوئے ہے۔ دین ومذہب کی بنیاد پر یہاں کوئی تفریق نہیں کی جاتی۔

اسٹار بکس کا نسل پرستی پر مبنی مذاق

امریکی اسٹیٹ مِنی سوٹا میں معروف کافی شاپ اسٹار بکس کے خلاف 19 سالہ عائشہ نامی دوشیزہ نے اس کے ساتھ نسل پرستی پر مبنی سلوک کرنے پر مقامی کورٹ میں دعویٰ دائر کر دیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق اسٹار بکس کی خاتون ملازمہ نے عمداً عائشہ کے کافی کپ پر اس کا نام لکھنے کے بجائے داعش کا لفظ لکھ دیا جس کو دیکھ کر عائشہ حواس باختہ ہو گئیں۔ اس حوالہ سے جب انہوں نے مینیجمنٹ سے رابطہ کیا تو ان کی جانب سے اس کو ایک نادانستہ غلطی کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی گئی۔ جس پر عائشہ نے اسٹار بکس کے خلاف مقامی عدالت میں نسل پرستی پر مبنی حرکت کے ارتکاب پر دعویٰ دائر کر دیا۔

روس میں ایک باحجاب مسلمان خاتون پر وحشیانہ حملہ

گزشتہ دنوں روس کے صوبے تاتارستان کے ایک شہر میں ایک نسل پرست نوجوان نے عام شاہرہ پر ایک مسلمان برقع پوش خاتون پر پیچھے سے حملہ کر کے بُری طرح زخمی کر دیا۔ خاتون کے ساتھ اس کے اپنے چار چھوٹی عمر کے بچے بھی تھے جو اس اچانک حملہ پر بری طرح سہم گئے۔ اس وحشیانہ حملے کی تمام تصاویر اس علاقے میں نصب کیمروں میں محفوظ ہو چکی ہیں۔ مگر پولیس نے اس حوالے سے کیا کارروائی کی ہے اس کا کوئی علم نہ ہو سکا۔

☆☆☆

انسانی شیطان

قال ابن تيمية رحمه الله:

" شيطان الجن إذا غلب وسوس، وشيطان الإنس إذا غلب كذب."

(مجموع الفتاوی:22/608)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شیطان جن جب مغلوب ہو جائے تو وسوسے ڈالتا ہے اور انسانی شیطان جب مغلوب ہو جائے تو جھوٹ بولتا ہے۔''

☆☆☆